واقعہ تحویل قبلہ کی نظریاتی تحدیات: ایک تحقیقی مطالعہ

عرفان خالد ڈِھلّوں*

محمد طاہر مصطفیٰ**

عبادت کرنا انسانی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ یہ فطری تقاضا پورا کرنے کے لیے انسان مذہب سے رہنمائی لیتا ہے۔ مذہب بھی انسان کی فطری ضرورت ہے۔ الہامی مذاہب ہوں یا غیر الہامی، وہ اپنے متبعین کو عبادت میں یکسوئی اور خشوع کے لیے متعین جہت یا چیز یا جگہ یا مکان کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس میں ارضی اشیاء کے علاوہ اجرام فلکی بھی شامل ہیں۔ تاریخ مذاہب میں اس کی شہادتیں موجود ہیں۔ ستارہ پرست صائبین قطب شمالی کی طرف منہ کرتے تھے۔ آتش پرست آگ کو سامنے رکھتے تھے۔ اصنام پرست کوئی بت اپنے سامنے کر لیتے تھے۔ اکثر شامی قومیں مشرق کی طرف رخ کرتی تھیں۔ یہودیوں کے ایک فرقہ ایسینی اور شامی مسیحیوں نے طلوع آفتاب کو قبلہ بنایا تھا۔ تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق، اور حضرت یعقوب علیہم السلام جہاں عبادت کرنا چاہتے اسے چند پتھروں سے گھیر کر اللہ تعالیٰ کا گھر ''بیت ایل'' بنا لیتے تھے۔ بیت المقدس کے قبلہ ہونے کا ذکر عہد قدیم میں ہے۔ اہل عرب کا قبلہ خانہ کعبہ تھا(۱)۔

اسلام نے اپنے متبعین کے لیے ایک جہت وقبلہ متعین کر دیا ہے۔ کسی چیز کے سامنے ہونے کی حالت وہیئت کو قبلہ کہتے ہیں۔ مسلمانوں کا قبلہ بیت اللہ کعبہ ہے۔ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے کی وجہ سے یہ قبلہ ہے۔ اس کی عمارت مکعب شکل ہونے کی وجہ سے کعبہ، صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنائی جانے کی اعتبار سے بیت اللہ اور اپنی عظمت وحرمت کی بنا پر اسے المسجد الحرام کہا جاتا ہے۔

زیر نظر مضمون اسی بیت اللہ کعبہ کو قبلہ بنانے کے متعلق ہے۔ مسلمانوں کا قبلہ پہلے بیت المقدس تھا، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں کا قبلہ بیت اللہ کعبہ کر دیا گیا۔ تحویل قبلہ محض ایک واقعہ نہیں تھا۔ اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو فکری اور نظریاتی تحدیات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اہل کتاب، منافقین اور مشرکین نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اہل ایمان کو فکری پریشانیوں میں الجھانے کی کوشش کی۔ اس سے اہل ایمان بھی بعض خدشات میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب، منافقین اور مشرکین کے دعاوی کو باطل، اعتراضات کو بے وزن، استہزاءات کو بیکار اور بہانوں کو بے وقعت کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے خدشات بھی دور کیے اور انہیں بشارت سے نوازا۔ زیر نظر مضمون انہی پہلوؤں کا تحقیقی مطالعہ اور اس سے نتائج اخذ کرنے کی ایک کوشش ہے۔

---

*ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور، پاکستان

**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی فکر وتہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور، پاکستان

اسلام میں قبلہ کی اہمیت وفضیلت یہ ہے کہ اسے اپنانے والے براہِ راست اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری اور حفاظت میں ہیں۔ حضرت انسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّی صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَ اَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا فَذٰلِکَ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَ ذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ(۲)

جو کوئی ہماری جیسی نماز ادا کرے اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ ایسا مسلمان ہے جس کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمہ ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں خیانت نہ کرو۔

مسلمانوں کا قبلہ صرف دورانِ نماز ہی لائق توجہ نہیں بلکہ ان کے معمولاتِ زندگی میں بھی موجب احترام ہے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَآئِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوْا الْقِبْلَةَ وَ لَا تَسْتَدْبِرُوْهَا(۳)

جب تم غسلخانہ میں جاؤ تو اپنا رخ اور پشت قبلہ کی طرف نہ کرو۔

قبلہ کے حوالے سے مسلمانوں کے دو ادوار ہیں: مکی دور جس میں بیت المقدس قبلہ تھا اور مدنی دور جس کے ابتدائی زمانہ میں بیت المقدس اور پھر بیت اللہ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ بنا تھا۔

مکہ میں مسلمانوں کا قبلہ:

اوّلین پیروکارانِ اسلام کا ابتدائی تیرہ سالہ دور مکہ میں گزرا۔ نماز مکہ ہی میں فرض ہوگئی تھی۔ پہلے دو نمازیں فرض تھیں: ایک صبح کی نماز طلوع آفتاب سے قبل اور دوسری شام کی نماز سورج غروب ہونے سے پہلے۔ پھر واقعہ معراج کے بعد پانچ نمازیں فرض کر دی گئیں(۴)۔ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دورانِ نماز کس جانب رخ کرتے تھے، اس پر مندرجہ ذیل اقوال ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف رخ کرتے تھے۔ لیکن آپ کعبہ کی جانب پشت نہیں کرتے تھے بلکہ یوں کھڑے ہوتے کہ کعبہ آپ کے اور بیت المقدس کے درمیان آجاتا تھا۔

۲۔ آپ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔

۳۔ آپ کعبہ کی طرف رخ کرتے تھے۔

امام ابن حجر عسقلانیؒ کہتے ہیں کہ پہلا قول صحیح ہے کیونکہ اس میں دونوں اقوال جمع ہو گئے ہیں(۵)۔ علامہ حلبیؒ نے نقل کیا ہے کہ واقعہ معراج سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دورانِ نماز بیت المقدس کی طرف

رخ نہیں کرتے تھے بلکہ کعبہ کی سمتوں میں سے کسی ایک سمت کو سامنے کرتے تھے(۶)۔

۴۔ تابعی قتادہؒ کا قول ہے: لوگ جو سمت چاہتے اس جانب اپنا رخ کر کے نماز ادا کر لیتے تھے، اس لیے کہ قرآن مجید میں ہے: وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ (۷) اور مشرق بھی اللہ کا ہے اور مغرب بھی۔ پھر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ بیت المقدس کی طرف رخ کریں (۸)۔

امام جصاصؒ نے لکھا ہے: مکہ میں بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کے امر میں اختلاف ہے کہ یہ فرض تھا یا اختیاری فعل تھا۔ تابعی ربیعؒ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ جس طرف چاہیں رخ کر کے نماز ادا کریں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ بیت المقدس کی طرف رخ کرنا فرض تھا۔ امام جصاصؒ کہتے ہیں کہ ان دونوں میں سے جو بھی قبول لیا جائے نتیجہ یہی ہے کہ بیت المقدس کو قبلہ ماننا فرض تھا۔ تخییر اسے فرضیت کے دائرہ سے خارج نہیں کرتی (۹)۔

مدینہ میں اوائل زمانہ میں قبلہ:

ہجرت کے بعد مدینہ میں تحویل قبلہ کا حکم نازل ہونے سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ ایسا کس وجہ سے تھا؟ اس مسئلہ پر کئی اقوال ہیں:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود اسے اختیار کیا تھا۔ تابعین عکرمہؒ اور حسن بصریؒ کا قول ہے: قرآن میں سب سے پہلا نسخ قبلہ کے متعلق تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود کے قبلہ صخرۃ بیت المقدس کی طرف رخ کرتے تھے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ ایمان لے آئیں۔ تابعی ابوالعالیہؒ کے مطابق: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ جس سمت چاہیں اس کی طرف اپنا رخ کر لیں۔ آپ نے بیت المقدس کو اختیار کیا تا کہ اہل کتاب کو اسلام کی طرف راغب کیا جا ئے۔(۱۰)

۲۔ بیت المقدس کو قبلہ بنانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر فرض تھا۔ اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ اہالیانِ مدینہ کی کافی تعداد یہودیوں پر مشتمل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ بیت المقدس کو قبلہ بنائیں۔ اس پر یہود بہت خوش ہوئے (۱۱)۔ ایسا یہود کی تالیف کے لیے تھا (۱۲)۔

۳۔ زجاجؒ کہتے ہیں: ایسا مشرکین کی آزمائش کے لیے تھا، اس لیے کہ مشرکین کعبہ سے لگاؤ رکھتے تھے (۱۳)۔

مدینہ میں مسلمانوں نے کتنا عرصہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی، اس پر مختلف اقوال ہیں:

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ میں سولہ یا سترہ ماہ بیت

المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی (۱۴)۔ ابن اسحقؒ کا قول ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد کے بعد سترھواں مہینہ یعنی ماہِ رجب شروع ہو چکا تھا جب قبلہ کی تحویل شام سے کعبہ کی سمت ہوئی (۱۵)۔ امام طبریؒ نے مختلف اقوال جمع کیے ہیں: حضرت براء بن عازبؓ کی روایت: سترہ ماہ۔ حضرت براءؓ کی ایک روایت: سولہ یا سترہ ماہ۔ سعید بن مسیّبؒ اور قتادہؒ: سولہ ماہ۔ حضرت انس بن مالکؓ: چھ یا دس ماہ۔ حضرت معاذ بن جبلؓ: تیرہ ماہ۔ ایک قول انیس ماہ کا بھی ہے (۱۶)۔ امام طبریؒ نے لکھا ہے: جمہور کے مطابق ہجرت کے اٹھارویں ماہ نصف شعبان میں تحویل قبلہ ہوا۔ ابن اسحاقؒ اور واقدیؒ سے بھی یہی منقول ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دیگر صحابہؓ سے مروی ہے کہ جب مدینہ آئے ہوئے اٹھارہ ماہ بیتے تو بیت المقدس کے بجائے کعبہ کو قبلہ مقرر کر دیا گیا (۱۷)۔ ابن حجر عسقلانیؒ نے یہ قول صحیح قرار دیا ہے کہ مدینہ آمد بلا خلاف ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی تھی اور تحویل قبلہ کا واقعہ ماہ رجب کے نصف میں ہجرت کے دوسرے سال ہوا تھا۔ یہی جمہور کی رائے ہے (۱۸)۔

ایک تحقیق کے مطابق: سولہ ماہ اور کچھ دنوں تک بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز ادا کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ربیع الاوّل کی پانچ تاریخ کو ہجرت فرمائی تھی اور مدینہ میں بارہ ربیع الاوّل کو آمد ہوئی تھی۔ تحویل قبلہ کا حکم صحیح قول کے مطابق ۱۵ رجب ۲ھ واقعہ بدر سے دو ماہ پہلے ہوا۔ جمہور علماء نے یہی قول معتبر ٹھہرایا ہے۔ سترہ ماہ والے قول کی وجہ یہ ہے کہ دنوں کو پورا مہینہ شمار کر کے سترہ مہینے کہہ دیا۔ بعض روایات میں دو یا تیرہ یا انیس یا اٹھارہ مہینے یا دو برس کا ذکر ہے یہ سب اقوال ضعیف ہیں (۱۹)۔

نبوی خواہش: تحویل قبلہ

مدینہ آمد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید خواہش تھی کہ مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ کعبہ ہو۔ حضرت براء بن عازبؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: **وَكَانَ يُعْجِبُهُ اَنْ تَكُوْنَ قِبْلَتَهُ قِبَلِ الْبَيْتِ** (۲۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند تھا کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ کعبہ ہو۔ حضرت براء بن عازبؓ کی دوسری روایت میں ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ اَنْ يُّوَجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةَ (۲۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پسند کرتے تھے کہ آپ کعبہ کی جانب رخ کریں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **يَا جِبْرِيْل وُدِدْتُ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى صَرِّفْنِي عَنْ قِبْلَةِ الْيَهُوْدِ اِلَى غَيْرِهَا فَقَدْ كَرِهْتُهَا** ۔ اے جبریل! میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہود کے قبلہ سے کسی اور طرف پھیر دے، میں یہ قبلہ ناپسند کرتا ہوں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: **اَنَا عَبْدٌ مِثْلُکَ فَاَسَالُ**

رَبَّکَ ذٰلِکَ، میں بھی آپ کی طرح ایک عبد ہوں، آپ یہ اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے امید و رجاء کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھنا شروع کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمادی (۲۲)۔ یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق تحویل قبلہ کا حکم آ گیا۔

تابعی حسن بصریؒ کا قول ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ جلد ہی بیت المقدس کے بجائے کوئی دوسرا قبلہ مقرر فرمادیں گے، لیکن یہ نہیں بتایا کہ دوسرا قبلہ کون سا ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ ہی بطور قبلہ پسند تھا۔ اس لیے آپ وحی کے انتظار میں آسمان کی طرف اپنی نظریں اٹھا کر دیکھتے تھے (۲۳)۔ امام طبریؒ نے تابعین قتادہؒ، ربیعؒ اور سُدِّیؒ کے اقوال نقل کیے ہیں کہ مدینہ آمد کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش تھی کہ کعبہ آپ کا قبلہ ہو۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تو اپنا چہرہ مبارک آسمان کی جانب اٹھا لیتے تھے اس امید اور خواہش کے ساتھ آپ کا قبلہ بیت المقدس کے بجائے کعبہ بن جائے (۲۴)۔

امام بصاصؒ نے نقل کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف بار بار اپنا چہرہ انور اس لیے کرتے تھے کہ آپ کے ساتھ تحویل قبلہ کا وعدہ کر لیا گیا تھا۔ آپ نزولِ وحی کے منتظر تھے۔ آپ کو اپنا چہرہ انور بار بار آسمان کی طرف کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت کے بعد ہی انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے درخواست اور سوال کرتے ہیں۔ بلا اذن درخواست کی صورت میں انبیاء کرام علیہم السلام کو اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں ان کی درخواست ان کی قوم کے لیے فتنہ اور آزمائش کا سبب نہ بن جائے (۲۵)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اور مسلمانوں کے لیے الگ قبلہ کی خواہش کس قدر تھی اس کی منظر کشی خود قرآن مجید نے کی ہے:

﴿قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا﴾ (۲۶)

ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا چہرہ کرنا آسمان کی طرف تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں۔

یہ آیت بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کو قبلہ بنانا پسند کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کو اپنا قبلہ بنانا کیوں چاہتے تھے، اس کی متعدد وجوہ بیان کی گئی ہیں:

جد امجد کا قبلہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کی جانب رخ کرنا اس لیے پسند تھا کیونکہ وہ آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا (۲۷)۔

امام طبریؒ لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش اس لیے تھی کہ آپ کو کعبہ سے محبت تھی۔ یہ آپ

کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے۔ وہاں کافی تعداد میں یہود رہتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ بیت المقدس کی طرف رخ کریں۔اس پر یہود خوش ہوئے۔لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ یعنی کعبہ کو پسند کرتے تھے۔ آپ اس کے لیے دعا مانگتے اور آسمان کی جانب دیکھا کرتے تھے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے تحویل قبلہ کا حکم نازل فرمایا(۲۸)۔

امام قرطبیؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی مسجد اور قبلہ کعبہ تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کعبہ کی طرف صخرہ کی جانب نماز ادا فرماتے تھے۔یوں یہ تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ تھا(۲۹)۔

یہود کے طعنے:

یہود کے طعنے بھی تحویل قبلہ کی خواہش کا باعث بنے۔ وہ کہتے تھے: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارا اور ہمارے قبلہ کا اتباع تو کرتے ہیں مگر ہمارے دین کی مخالفت کرتے ہیں۔اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو یہ بھی نہیں علم تھا کہ ان کا قبلہ کہاں ہے، ہم نے ان کی رہنمائی کی۔ اگر ہم نہ ہوتے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ جان ہی نہیں سکتے تھے کہ وہ کس سمت کو اپنا قبلہ بنائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کی یہ باتیں سخت ناپسند تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کی امید میں اپنا رخِ انور جانب آسمان کرکے دیکھنا شروع کیا۔اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق تحویل قبلہ کا حکم نازل فرمادیا(۳۰)۔ایک رائے کے مطابق تقلب وجهه فی السماء سے مراد دعا بھی ہے(۳۰-۱)۔

یہود کا عناد: امام قرطبیؒ نے علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مدینہ آمد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے لگاؤ اور الفت کی خاطر ان کے قبلہ بیت المقدس کو اختیار کیا تھا تا کہ یہ چیز یہود کو اسلام کی طرف راغب کرنے کا باعث بنے۔لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہود کا عناد آشکارا ہوا اور آپ ان کی طرف سے مایوس ہوگئے تو آپ نے اپنا رخ بیت اللہ کعبہ کی طرف پھیر لینا پسند کیا(۳۱)۔

یہود سے ممتاز و الگ ہونا:

تابعی مجاہدؒ کا قول ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا رخ کعبہ کی طرف پھیر دیں اور یوں یہود سے مسلمانوں کے ممتاز ہونے اور الگ رہ متعین کرنے کی صورت پیدا ہو جائے(۳۲)۔

عربوں کو اسلام کی رغبت دلانا:

امام جصاصؒ، امام قرطبیؒ اور امام رازیؒ نے لکھا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کی خاطر یہ بات پسند فرمائی تھی۔ بیت المقدس کی نسبت کعبہ عربوں کو اسلام کی طرف بلانے کا زیادہ باعث ہوسکتا تھا(۳۳)۔

واقعہ تحویل قبلہ کی تفصیلات:

تحویل قبلہ کا واقعہ ۲ ہجری میں اور غزوہ بدر سے قبل ہوا تھا۔ جمہور کے مطابق ماہ شعبان کا نصف تھا اور ہجرت کے بعد اٹھارہواں مہینہ تھا (۳۴)۔ کس وقت تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا، اس بارے میں ایک سے زائد اقوال ہیں۔ بعض روایات کے مطابق تحویل قبلہ کا حکم نمازِ ظہر کے دوران ہوا تھا۔ حضرت ابوسعید بن معلیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہو کر لوگوں کو تحویل قبلہ پر خطبہ دیتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے: ﴿قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا﴾ (۳۵)۔ پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اور لوگوں کو نمازِ ظہر کی امامت کرائی (۳۶)۔ یہ بھی منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت براءؓ کے انتقال پر قبیلہ بنی سلمہ میں حضرت ام بشر بن براء بن معرورؓ کے ہاں تشریف لائے۔ انہوں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا۔ اتنے میں نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا۔ آپ نے صحابہؓ کے ہمراہ مسجد بنی سلمہ میں نماز شروع کی۔ جب دو رکعات ادا کر چکے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر اشارہ کیا کہ بیت اللہ کی جانب رخ کر لیں۔ آپ دورانِ نماز ہی کعبہ کی طرف میزاب کی جانب پھر گئے۔ آپ کی اقتداء میں صحابہؓ نے بھی رخ تبدیل کر لیا (۳۷)۔ مدینہ سے بیت المقدس شمال اور بیت اللہ کعبہ مخالف سمت جنوب کی طرف ہے۔ جب تحویل قبلہ ہوا تو نمازِ ظہر کی ادائیگی کے دوران تمام مقتدی الٹی جانب مڑ گئے۔ مردوں کے پیچھے عورتیں تھیں لہٰذا مرد عورتوں کی جگہ پر اور عورتیں مردوں کی جگہ پر آ گئیں (۳۸)۔

حضرت براء بن عازبؓ کی ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کعبہ کی طرف رخ کر کے جو پہلی نماز ادا فرمائی وہ نمازِ عصر تھی اور آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی یہ نماز ادا کی تھی (۳۹)۔

اہل قباء کو تحویل قبلہ کی اطلاع اگلے روز نمازِ فجر کے وقت ملی تھی۔ حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر چکا تھا وہ ایک مسجد (قباء) والوں کے پاس سے گزرا جو حالت رکوع میں تھے۔ اس نے انہیں پکار کر کہا: میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی ہے۔ یہ سن کر وہ سب بیت اللہ کعبہ کی طرف گھوم گئے (۴۰)۔ اس روایت میں جس شخص کا تذکرہ ہے وہ حضرت عباد بن بشرؓ ہیں (۴۱)۔

امام ابن حجر عسقلانیؒ کے مطابق تحقیق یہ ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد بیت اللہ کعبہ کی جانب پہلی نماز ظہر ادا ہوئی بنی سلمہ میں جب حضرت بشر بن البراءؓ نے وفات پائی، پہلی نماز عصر ادا ہوئی مسجد نبوی میں اور پہلی نماز فجر ادا ہوئی مسجد قباء میں اہل قباء کے ساتھ (۴۲)۔

تحویل قبلہ کا حکم آنے کے بعد سب سے پہلے جس شخص نے بیت اللہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی وہ

حضرت ابوسعید بن معلیؓ تھے۔ وہ مسجد نبوی کے پاس سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہو کر لوگوں کو تحویل قبلہ پر خطبہ دیتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے: قَدۡ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِى السَّمَآءِ۔ جب آپ تلاوت کر چکے تو حضرت ابوسعید بن معلیؓ نے اپنے ساتھی سے کہا: آؤ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر سے اترنے سے قبل ہی دو رکعات نماز ادا کر لیں۔ اس طرح ہم کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے والے سب سے پہلے ہوں گے۔ ہم نے جانوروں کو چھپایا اور دو رکعات نماز ادا کی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے اور لوگوں کو نمازِ ظہر کی امامت کرائی (۴۳)۔

حضرت انسؓ یہ کہا کرتے تھے: اب صرف میں باقی رہ گیا ہوں جس نے دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی ہے (۴۴)۔

قرآن مجید میں تحویل قبلہ کا حکم تین مرتبہ بیان کیا گیا ہے:

۱۔ ﴿قَدۡ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ وَحَيۡثُ مَا كُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ شَطۡرَهٗ﴾ (۴۵)

۲۔ ﴿وَمِنۡ حَيۡثُ خَرَجۡتَ فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ﴾ (۴۶)

۳۔ ﴿وَمِنۡ حَيۡثُ خَرَجۡتَ فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ وَ حَيۡثُ مَا كُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ شَطۡرَهٗ لِئَلَّا يَكُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَيۡكُمۡ حُجَّةٌ﴾ (۴۷)

امام شوکانیؒ نے اس تکرار کی مندرجہ ذیل وجوہ نقل کی ہیں:

۱۔ تحویل قبلہ کے حکم کی تاکید اور اس بات پر زور دینا تھا کہ کعبہ کو اپنا قبلہ بنانے کا اہتمام کیا جائے۔

۲۔ ممکن ہے کہ ایسا اس لیے ہوا کیونکہ مسلمانوں کے لیے نسخ کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ اندیشہ تھا کہ یہ حکم بعض کے لیے آزمائش اور پریشانی کا باعث بن جائے۔ لہٰذا حکم کو تین بار دہرایا گیا تاکہ یہ امر مسلمانوں کے اذہان میں راسخ ہو جائے اور ہر قسم کا خلجان ختم ہو جائے۔۔

۳۔ ایک وجہ تعددِ علّت بھی ہے۔ پہلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش علّت بنی، لہٰذا حکم بیان کیا گیا۔ پہلی آیت کو پیش نظر رکھیں تو دوسری آیت میں علّت یہ بنتی ہے کہ ہر اہل ملت اور صاحب دعوت کا ایک مستقل قبلہ ہے، لہٰذا اس کا ذکر کرنے کے بعد مسلمانوں کے لیے بھی حکم دہرایا گیا۔ تیسری آیت میں مخالفین کے اعتراضات کا ازالہ علّت ہے، اس لیے یہاں بھی تحویل قبلہ کا حکم دہرا دیا گیا (۴۸)۔

ایک رائے یہ ہے کہ اس حکم میں تکرار نہیں پائی جاتی۔ فرمانِ الٰہی: فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے، اُمت کو نہیں ہے اور فرمانِ الٰہی : وَ حَیۡثُ مَا کُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَکُمۡ شَطۡرَهٗ میں تمام کو خطاب ہے (۴۹)۔ پہلا خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وشان میں آپ کو خاص تھا۔ آپ کو خطاب بھی اُمت کو شامل تھا لیکن تصریح اور تاکید کے لیے اُمت کو مستقل خطاب کا اعزاز دیا گیا (۵۰)۔

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی جانب رخ کرنے کا حکم دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت کا اظہار فرمایا ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبۡلَۃً تَرۡضٰهَا (۵۱) ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: قبلۃ ارضاھا ، یعنی اس قبلہ کی طرف جسے میں پسند کرتا ہوں بلکہ یہ فرمایا: تَرۡضٰهَا یعنی جسے آپ پسند کرتے ہیں۔ واقعہ تحویل قبلہ میں خواہش نبوی صلی اللہ علیہ وسلم الٰہی مشیت وحکمت کے موافق ہوگئی (۵۲)۔

اہل کتاب کے اعتراضات واستہزاءات:

اس وقت مدینہ میں یہودیوں کی مؤثر تعداد آباد تھی۔ ان کے تین بڑے قبائل تھے: بنو قینقاع، بنو النضیر اور بنو قریظہ۔ یہ مالدار لوگ تھے اور تجارت، سنارگری اور بینکاری کا کام بھی کرتے تھے (۵۳)۔ انہوں نے پوری طرح عربیت کا رنگ اختیار کر لیا تھا۔ ان میں اور عام عربوں میں دین کے سوا کوئی فرق باقی نہ رہا تھا۔ لیکن وہ عربوں میں بالکل جذب نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے شدت کے ساتھ اپنی یہودی عصبیت برقرار رکھی تھی۔ یہ ظاہری عربیت انہوں نے اس لیے اختیار کی تھی کہ اس کے بغیر وہ عرب میں رہ نہیں سکتے تھے (۵۴)۔

مدینہ میں مسیحیوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ غسیل الملائکہ حضرت حنظلہؓ کا باپ ابو عامر عیسائی راہب بن گیا تھا۔ اس کے علاوہ مدینہ میں عیسائیت کوئی ثبوت نہیں ملتا اور قبل از اسلام کے مدینہ میں کسی اور مذہب کے پیروکاروں کا بھی وجود نہیں ملتا (۵۵)۔

مدینہ میں مسلمانوں نے سولہ سترہ ماہ تک بیت المقدس کو اپنا قبلہ بنایا۔ ایسا یہود سے موافقت کے لیے تھا۔ اس بنا پر وہ یہ گمان کر رہے تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے طور پر اپنے دین کے مطابق کرا لیں گے (۵۶)۔ امام قرطبیؒ نے علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہود سے لگاؤ اور الفت کی خاطر ان کے قبلہ بیت المقدس کو اختیار کیا تاکہ یہ چیز یہود کو اسلام کی طرف راغب کرنے کا باعث بنے۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہود کا عناد آشکارا ہوا تو آپ ان کی طرف سے مایوس ہو گئے اور اپنا رخ کعبہ کی طرف پھیر لینا پسند کیا (۵۷)۔

قبلہ بیت المقدس کی منسوخی اور بیت اللہ کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم نازل ہونے کا سب سے زیادہ دکھ یہود کو ہوا تھا۔

حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ایک روایت میں ہے: وَ كَانَتِ الْيَهُوْدُ قَدْ اَعْجَبَهُمْ اِذْ كَانَ يُصَلِّى قِبَلَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَ اَهْلُ الْكِتٰبِ فَلَمَّا وَلّٰى وَجْهَهٗ قِبَلَ الْبَيْتِ اَنْكَرُوْا ذٰلِكَ ،یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرماتے تھے تو یہود اور اہل کتاب بہت خوش ہوتے تھے۔لیکن جب آپ نے اپنا رخ کعبہ کی طرف پھیر لیا تو یہ ان لوگوں کو ناگوار گزرا(۵۸)۔

یہود نے تحویل قبلہ کے حکم پر اعتراضات کیے۔ ان میں استہزاء اور طنز وطعن بھی پایا جاتا تھا۔ یہود کے اعتراضات اور استہزاءات سے مسلم معاشرہ متاثر ہو رہا تھا۔قرآن نے ان اعتراضات کا جواب دیا اور مسلم معاشرے کو ان کے برے اثرات سے بچایا۔ان کے استہزاء،طنز اور طعن سے آلودہ اعتراضات ملاحظہ ہوں:

مسلمانوں کو قبلہ ہم نے بتایا:

جب اہل ایمان نے بیت المقدس کو قبلہ بنایا ہوا تھا اس زمانہ میں بھی یہود ایسی باتیں کرتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اذیت اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے لیے فکری پریشانی کا باعث ہوتی تھیں۔ یہود یہ بات فخر سے کہتے تھے کہ ان کے قبلہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے مسلمان اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو قبلہ کا علم نہیں تھا، ہم نے انہیں قبلہ بتایا(۵۹)۔لہٰذا مسلمان جب بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا کرتے تو انہیں یہود یہ کہہ کر شرمندہ کرتے تھے کہ تمہیں تو اپنا قبلہ بھی معلوم نہیں تھا، اس طرف ہم نے تمہاری رہنمائی کی(۶۰)۔وہ یہ بھی کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے اور وہ حیرانی میں مبتلا ہیں(۶۱)۔

سابقہ انبیاء کا قبلہ کیوں چھوڑا:

جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تو انہوں نے اعتراض کیا کہ مسلمانوں نے بیت المقدس کو چھوڑ کر بیت اللہ کعبہ کو کیوں قبلہ بنالیا ہے، حالانکہ گزشتہ انبیاء کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ابن اسحٰقؒ کے مطابق جب تحویل قبلہ کا حکم آیا تو یہودی علماء رفاعہ بن قیس، قردم بن عمرو، رافع بن رافع، کعب بن اشرف اور اس کا حلیف حجاج بن عمرو، ربیع بن الربیع بن ابی الحقیق اور اس کا بھائی کنانہ یہ سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ جس قبلے پر تھے اس سے کس چیز نے آپ کو پھیر دیا؟ آپ تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت و دین پر ہیں(۶۲)۔آپ نے انبیاء کے قبلہ بیت القدس کے خلاف کیا ہے۔آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہوتے تو انبیاء کے قبلہ کی مخالفت نہ کرتے(۶۳)۔ ہمارا قبلہ تو انبیاء کا قبلہ رہا ہے۔ ہم تو انسانوں کے درمیان حد فاصل ہیں(۶۴)۔قرآن نے یہود کا اعتراض ان الفاظ میں بیان کیا ہے: مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا (۶۵)۔یہ یہود کا استفہامیہ جملہ تھا مگر استہزاء اور تعجب میں لپٹا ہوا۔

قرآن کا جواب: قرآن نے یہود کے اس اعتراض کا جواب یہ دیا: وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ (۶۶) یعنی: نہیں مقرر کیا ہم نے بیت المقدس کو قبلہ جس پر آپ اب تک رہے مگر اس لیے کہ ہم دیکھ لیں کہ کون پیروی کرتا ہے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور کون مڑتا ہے الٹے پاؤں۔

مگر ان کی طرف سے یہ اعتراض بار بار اٹھایا جاتا رہا تھا۔ قرآن نے اس کا پھر یوں جواب دیا: اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (۶۷) بیشک عبادت کے لیے سب سے پہلا گھر جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوا وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ اسے خیر و برکت دی گئی اور یہ تمام جہان والوں کے لیے مرکز ہدایت بنایا گیا تھا۔

لہٰذا گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کا قبلہ بھی بیت اللہ کعبہ ہی تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا قبلہ بیت اللہ کعبہ ہی تھا (۶۸)۔ ابوالعالیہؒ کا قول ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام صخرہ کے پاس نماز ادا کرتے اور البیت الحرام کی طرف اپنا رخ کرتے تھے۔ یوں آپ کا قبلہ کعبہ ہی تھا۔ خالد بن یزید بن معاویہ کا قول ہے: یہود کی تورات میں قبلہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ البتہ تابوت سکینہ کا ذکر ہے جو صخرہ پر تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کا غضب بنی اسرائیل پر ہوا تو اسے بھی اٹھا لیا گیا۔ یہود نے باہمی مشورہ کے بعد صخرہ کی جانب اپنی عبادت شروع کر دی (۶۹)۔ علماء کے نزدیک راجح بات یہی ہے کہ تمام انبیاء کا قبلہ کعبہ ہی تھا اگرچہ اس پر اجماع نہیں ہے۔ بنی اسرائیل نے بیت المقدس کو اپنا قبلہ بنایا ہوا تھا مگر اس پر ان کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی وحی نہیں آئی تھی۔ ابن قیمؒ نے لکھا ہے: اہل کتاب نے جن کو اپنا قبلہ بنایا ہوا تھا وہ وحی کے سبب اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہیں تھا، بلکہ ایسا ان کے باہمی مشورہ اور اجتہاد سے تھا۔ نصاریٰ کو بھی بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انجیل وغیرہ میں کوئی حکم نہیں دیا تھا کہ وہ مشرق کو قبلہ بنائیں (۷۰)۔

یہود کا یہ دعویٰ کہ ارضِ مقدس کی جانب رخ کرنا اولیٰ ہے، یہ انبیاء علیہم السلام کی سرزمین ہے، اسے شرف و عظمت ملی ہے، اس لیے اس سرزمین سے رخ پھیر لینا بلاوجہ ہے، قرآن نے اس دعویٰ کا جواب یہ دیا ہے: قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۷۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی، اللہ تعالیٰ ہدایت دیتے ہیں جسے چاہتے ہیں سیدھے راستے کی طرف۔ اس آیت کی روشنی میں امام جصاصؒ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہود کا دعویٰ یہ کہہ کر باطل کر دیا کہ مشرق سے مغرب تک تمام مقامات اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مقامات میں سے جس مقام کو پسند فرماتے ہیں اسے ہر زمانے میں بندوں کی بھلائی اور مصلحت کی خاطر مخصوص کر دیتے ہیں۔ مقامات میں بالذات کوئی فضیلت نہیں ہوتی۔ ان مقامات کو فضیلت کے وصف کے ساتھ ان امور کی بنا پر موصوف کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان مقامات کی تعظیم واجب کی۔ مزید یہ کہ ان مقامات میں ادا کیے جانے والے اعمال کو فضیلت حاصل ہوتی ہے (۷۲)۔

دین آباء کی طرف رجوع:

یہود کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آباء واجداد کے طریقہ کی طرف واپس لوٹ گئے ہیں اور اپنے آباء واجداد کا دین پسند کیا ہے(۷۳)۔ بیشک محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے والدین کے شہر اور اپنی جائے ولادت سے محبت ہے(۷۴)۔

ذاتی خواہش کا اتباع:

یہود یہ بھی کہتے تھے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو تحویل قبلہ کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نہیں دیا گیا بلکہ یہ تو آپ نے اپنی ذاتی خواہش پر کیا ہے(۷۵)۔

قرآن کا جواب: یہود کی ان باتوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کردی: وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ (۷۶) اور بیشک وہ جنہیں کتاب دی گئی وہ ضرور جانتے ہیں کہ یہ حکم برحق ہے ان کے رب کی طرف سے۔

پھر قرآن نے آیت: وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَ هُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَکَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّکَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ (۷۷) اور اگر بفرض محال آپ پیروی کریں ان کی خواہشوں کی اس کے بعد کہ آچکا آپ کے پاس علم تو یقیناً آپ اس وقت ظالموں میں شمار ہوں گے، اس آیت میں واضح طور پر بتا دیا ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنی خواہشات نفس کی پیروی کر رہے ہیں۔ یہ ان کی ذاتی آرزوئیں ہیں جن کا وہ اظہار کر رہے ہیں۔ جو شخص کسی باطل کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ حق ہے تو ایسے شخص کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ خواہشاتِ نفس کی پیروی کرتا ہے۔ وہ تو اپنے گمان میں رشد و ہدایت کا پیروکار ہے۔ لیکن جو لوگ اپنے دلوں سے اسے حق جانتے ہیں لیکن اپنی زبانوں سے اس کا انکار کرتے ہیں، ایسے لوگ خواہشات نفس کے پیروکار ہیں(۷۸)۔

تحویل قبلہ پر الٰہی دلیل کا مطالبہ:

جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہود و نصاریٰ یہ اعتراض کرتے تھے کہ آپ کے پاس اس بات کی کیا دلیل ہے کی بیت اللہ کعبہ ہی قبلہ ہے۔ وہ آپ سے مطالبہ کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کعبہ کو قبلہ مقرر کرنے پر ان لیے کوئی نشانی لے کر آئیں جیسے آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو نشانیاں دی گئی تھیں(۷۹)۔

قرآن کا جواب: قرآن نے جواب دیا: وَلَئِنْ اَتَیْتَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ بِکُلِّ اٰیَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَکَ (۸۰) یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان یہود و نصاریٰ کے پاس ہر طرح کی دلیل، حجت اور نشانی لے آئیں اس بات پر کہ بیت المقدس سے بیت اللہ کعبہ کی طرف تحویل قبلہ کا جو حکم ان کے پاس لائیں ہیں وہ حکم برحق ہے، وہ پھر بھی اس کی تصدیق نہیں

کریں گے اور نہ ہی وہ بیت اللہ کعبہ کی طرف رخ کرنے میں آپ کی پیروی کریں گے(۸۱)۔اس لیے کہ انہوں نے کفر کیا ہے، حالانکہ ان کے لیے حق تو واضح ہو چکا ہے۔لہٰذا نشانیاں اور دلائل اب انہیں کوئی فائدہ نہیں دیں گے(۸۲)۔

یہود کی طرف سے لالچ اور پیشکش:

یہودی علماء رفاعہ بن قیس، قردم بن عمرو، رافع بن رافع، کعب بن اشرف اور اس کا حلیف حجاج بن عمرو، ربیع بن الربیع بن ابی الحقیق اور اس کے بھائی کنانہ پر مشتمل گروہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا اور تحویل قبلہ کے حکم پر اعتراض کیا تھا، اس موقع پر انہوں نے کہا تھا: آپ جس قبلے پر پہلے تھے اسی پر لوٹ آئیں تو ہم آپ کی پیروی کر لیں گے اور آپ کو سچا تسلیم بھی کر لیں گے(۸۳)۔آپ اس قبیلے سے کیوں پھر گئے جس کی طرف پہلے رخ کیا کرتے تھے۔ آپ اس قبلے کی طرف واپس چلے جائیں تو ہم آپ کی پیروی کریں گے اور آپ پر ایمان لے آئیں گے۔(۸۴)

قرآن کا جواب: قرآن نے صاف صاف بتا دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہود پیروی کبھی نہیں کریں گے: مَا تَبِعُوْا قِبْلَتَکَ (۸۵)۔اس پیشکش میں کوئی خلوص شامل نہیں تھا۔ان کی پیشکش اور لالچ کے پس پردہ یہود کے مکروہ عزائم تھے۔ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے دین سے برگزشتہ کر دیں(۸۶)۔وہ اپنی چکنی چپڑی باتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف آزمانا چاہتے تھے کہ کیا آپ اپنے فیصلے پر پکے رہتے ہیں یا ان کے ایمان لانے کے لالچ میں اپنا فیصلہ بدل دیتے ہیں(۸۷)۔

یہود کا بہانہ: یہود نے کعبہ کو قبلہ نہ ماننے کا بہانہ یہ بنایا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قبلہ کو اختیار کیے رکھتے تو ہم امید کر سکتے تھے کہ آپ وہی شخصیت ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے ہیں اور جس کی تورات میں بشارت دی گئی ہے(۸۸)۔

قرآن کا جواب: اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی: وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ (۸۹) اور بیشک جنہیں کتاب دی گئی وہ جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔یوں قرآن کی نظر میں ان کا رویہ ایک بہانہ اور ہٹ دھرمی تھا۔وہ لوگ جانتے تھے کہ کعبہ بطور قبلہ حق ہے اور تحویل قبلہ کا حکم ان کے رب کی طرف سے ہے۔

یہود کا نسخ سے انکار:

یہود نے تحویل قبلہ کے حکم کو نہ مانتے ہوئے نسخ کے انکار کا ارادہ کیا تھا کیونکہ وہ نسخ کے قائل نہیں تھے(۹۰)۔ان کا اعتراض تھا کہ اگر تحویل قبلہ کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ یہ حکم کیسے دے سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی نے بیت المقدس کو قبلہ بنایا تھا۔وہ اپنے حکم کے خلاف حکم کیسے دے سکتے ہیں اور اپنے ہی قانون کو منسوخ کیسے کر سکتے ہیں۔اگر یہ تحویل قبلہ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ہے تو یہ صراطِ مستقیم سے انحراف ہے۔

قرآن کا جواب: اللہ تعالیٰ نے یہود کی طرف سے نسخ کے انکار پر یہ فرما کر حجت قائم کردی: قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۹۱) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے مشرق اور مغرب، وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ امام جصاصؒ لکھتے ہیں: یہود پر حجت یعنی ان کے خلاف دلیل قائم کرنے کی صورت یہ ہے کہ جب مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں تو ان دونوں کی طرف رخ کرنا یکساں ہے۔ اللہ تعالیٰ دین اور صراطِ مستقیم کی جانب ہدایت جیسی مصلحت کی بنا پر جس سمت اور جہت کو چاہتے ہیں اس کی جانب رخ کرنے کا حکم دے کر اسے مختص کر دیتے ہیں (۹۲)۔ اللہ تعالیٰ جب کوئی حکم منسوخ کرتے ہیں تو اس جیسا یا اس سے بہتر حکم لاتے ہیں: مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۹۳) ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا فراموش کرادیتے ہیں تو لاتے ہیں دوسری بہتر اس سے یا کم از کم اس جیسی۔ کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ قانونِ الٰہی ہے کہ مصلحتوں کے تحت احکامِ الٰہی تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

پھر قرآن نے یہ بھی واضح کر دیا کہ نیکی صرف یہی نہیں ہے کہ دورانِ نماز اپنا چہرہ مشرق یا مغرب کی طرف کر لیا جائے، بلکہ نیکی کے اور بھی لوازم ہیں۔ قرآن نے بتادیا کہ نیکی کس چیز کا نام ہے:

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ (۹۴)

نیکی بس یہی نہیں ہے کہ تم نماز میں اپنا رخ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو، بلکہ نیکی کا کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور روزِ قیامت پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور سب انبیاء پر، اور اپنا مال دے اللہ کی محبت سے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو اور خرچ کرے غلام آزاد کرنے میں، اور صحیح صحیح ادا کرے نماز اور زکوۃ دے اور جو پورا کرنے والے ہیں اپنے وعدوں کو جب وہ کسی سے وعدہ کرتے ہیں اور کمال نیک ہیں جو صبر کرتے ہیں مصیبت میں اور سختی میں اور جہاد کے وقت۔ یہی لوگ ہیں جو راست باز ہیں اور یہی لوگ حقیقی پرہیزگار ہیں۔

اہل کتاب کا انکارِ قبلہ کتمانِ حق ہے:

اللہ تعالیٰ نے تحویل قبلہ کے حوالہ سے یہود و نصاریٰ کے انکار کو کتمانِ حق قرار دیا ہے۔ قرآن میں ہے: اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡکِتٰبَ یَعۡرِفُوۡنَهٗ کَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَ هُمۡ وَ اِنَّ فَرِیۡقًا مِّنۡهُمۡ لَیَکۡتُمُوۡنَ الۡحَقَّ وَ هُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ (۹۵) جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ پہچانتے ہیں انہیں جیسے وہ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو۔ یہاں ایک رائے کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے، لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ابن جریج، ربیع اور قتادہ رحمھم اللہ عنھم کے مطابق یَعۡرِفُوۡنَ سے مراد ہے کہ اہل کتاب یہ جانتے ہیں کہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحویل قبلہ حق ہے اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ حق یعنی استقبالِ قبلہ کو چھپاتا ہے (۹۶)۔

اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کعبہ کے قبلہ حق ہونے کو اتنا جانتے تھے کہ قرآن نے اس کے لیے ان کے بیٹوں کی مثال دی ہے: یَعۡرِفُوۡنَهٗ کَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَ هُمۡ، اللہ تعالیٰ نے یہاں معرفت میں ان کے نفوس کے بجائے ان کے بیٹوں کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ انسان پر ایک ایسا وقت آجاتا ہے جب وہ اپنی ذات کے بارے میں کچھ نہیں جانتا لیکن انسان پر کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا جس میں وہ اپنے بیٹوں کو نہ پہچانتا ہو (۹۷)۔ لہٰذا حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ کے تفسیری قول کی روشنی میں اہل کتاب پر کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا جس میں وہ یہ نہ جانتے ہوں کہ کعبہ کی طرف تحویل قبلہ حق ہے۔

یہود و نصاریٰ کے کتمان و خیانت کا پردہ چاک:

اہل کتاب نے قبلہ کے سلسلہ میں جو کتمانِ حق کیا اور حق بیان کرنے میں جو خیانت کی قرآن نے اس کا پردہ چاک کر دیا: وَاِنَّ فَرِیۡقًا مِّنۡهُمۡ لَیَکۡتُمُوۡنَ الۡحَقَّ وَهُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ (۹۸) اور بیشک ان میں سے ایک گروہ حق کو جان بوجھ کر چھپاتا ہے، اس آیت کے الفاظ: لَیَکۡتُمُوۡنَ الۡحَقَّ میں الۡحَقَّ سے مراد وہ قبلہ ہے جس کی طرف رخ کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے ہوئے فرمایا: فَوَلِّ وَجۡهَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ (۹۹) آپ اپنا رخ مسجد حرام کی طرف موڑ لیں۔ یہی وہ قبلہ تھا جس کی طرف سابقہ انبیاء رخ کرتے تھے۔ یہود و نصاریٰ نے اس قبلہ کو چھپایا۔ بعض نے اپنا رخ مشرق کی جانب کر لیا اور بعض نے بیت المقدس کی طرف۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جس چیز کا حکم دیا تھا اس کا انکار کیا۔ یوں انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی انکار کیا حالانکہ آپ کو وہ اپنی تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو یہود و نصاریٰ کی خیانت اور کتمان سے آگاہ کر دیا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں سے کی۔ وہ حق کو جانتے تھے مگر پھر بھی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی (۱۰۰)۔

علمائے یہود اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی کتب میں یہ جان چکے تھے کہ ایک رسول آنے والا ہے، تحویل قبلہ ہوگا

اور وہ رسول دو قبلوں کی طرف رخ کریں گے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ کعبہ ہی وہ بیت عتیق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے لیے قبلہ مقرر کیا تھا(۱۰۱)۔ وَاِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتَابَ لَیَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ (۱۰۲) اس قرآنی آیت میں احبارِ یہود اور علمائے نصاریٰ مراد ہیں۔ وہ جانتے تھے بیت اللہ کعبہ کو قبلہ بنانا حق ہے اور یہی حکم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی ذریت اور اپنے تمام بندوں کو دیا تھا(۱۰۳)۔ اس آیت میں عموم پایا جاتا ہے اور الۡکِتَابَ سے مراد تورات اور انجیل دونوں ہیں (۱۰۴)۔

یہود کے انکار کی بنیادی وجہ حسد:

یہود کی طرف سے تحویل قبلہ کا انکار اُن کے حسد کی وجہ سے تھا۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے تین یہودی اشخاص آئے۔ آپ نے انہیں اجازت دی۔ راوی نے پھر پوری حدیث بیان کی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تَدۡرِیۡنَ عَلٰی مَا حَسَدُوۡنَا ؟ کیا تم جانتی ہو کہ یہود ہم سے کس بات پر حسد کرتے ہیں؟ حضرت عائشہؓ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی جانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَاِنَّهُمۡ حَسَدُوۡنَا عَلَى الۡقِبۡلَةِ الَّتِی هُدِیۡنَا لَهَا وَ ضَلُّوۡا عَنۡهَا، وَ عَلَى الۡجُمۡعَةِ الَّتِی هُدِیۡنَا لَهَا وَ ضَلُّوۡا عَنۡهَا، وَ عَلٰی قَوۡلِنَا خَلۡفَ الۡاِمَامِ آمِیۡنَ (۱۰۵)۔ انہوں نے ہم سے حسد کیا قبلہ پر جس کی طرف ہماری راہنمائی کی گئی اور وہ اس سے گمراہ ہوئے، جمعہ پر جس کی طرف ہماری راہنمائی کی گئی اور وہ اس سے گمراہ ہوئے اور امام کے پیچھے ہمارے آمین کہنے پر۔ لہٰذا صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو قبلہ کی ہدایت دی تھی مگر وہ اپنے قبلہ سے گمراہ ہو گئے۔ اسی لیے مسلمانوں سے یہود حسد کرتے تھے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے قبلہ حق کی جانب ہدایت دی ہے۔

منافقین کے اعتراضات واستہزاءت:

جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تو کچھ لوگ مرتد اور ایک قوم منافق ہو گئی تھی۔ ان مرتدین اور منافقین کا تعلق یہود سے تھا جو بظاہر مسلمان ہو گئے تھے لیکن ان کے دل نفاق پر قائم تھے۔ تحویل قبلہ کا حکم نازل ہونے پر ان منافقین کا نفاق ظاہر ہو گیا تھا۔ انہوں نے اس موقع پر جو باتیں کیں وہ اعتراضات بھی تھے اور ان میں استہزاء بھی پایا جاتا تھا۔ منافقین کہتے تھے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ کبھی ہمارا قبلہ اس طرف اور کبھی اُس طرف کر دیتے ہیں۔ انہیں کیا ہو گیا ہے، یہ ایک عرصہ تک ایک قبلہ پر رہے پھر اسے پھر اسے چھوڑ دیا اور دوسرے قبلے کی طرف رخ کر لیا۔ اگر پہلا قبلہ بیت المقدس صحیح تھا تو پھر جس بعد والے قبلہ یعنی بیت اللہ کعبہ کی طرف انہوں نے رخ کیا ہے یہ باطل ہے اور اگر بعد والا قبلہ صحیح ہے تو پھر پہلے والا قبلہ باطل تھا۔ تحویل قبلہ کے حکم پر عمل منافقین کو بھاری لگا اور انہوں نے کہا: یہ دین کیا چیز ہے؟ مسلمانوں کو کس چیز نے ان کے قبلہ سے پھیر دیا۔ اس طرح وہ مسلمانوں اور ان کے دین اسلام کا مذاق اڑاتے تھے(۱۰۶)۔

قرآن کا جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: سَیَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۱۰۷) اب بیوقوف لوگ یہ کہیں گے کہ کس چیز نے پھیر دیا مسلمانوں کو اپنے قبلہ سے جس پر وہ اب تک تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی، وہ جسے چاہتے ہیں سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔

تابعی سُدّیؒ کہتے ہیں: السُّفَهَآءُ سے مراد منافقین ہیں۔ وہ تحویل کعبہ کے واقعہ کو بطور استہزاء بیان کرتے تھے۔ وہ اس لیے سفہآء ہیں کیونکہ وہ تحویل قبلہ کے حکم کی معقولیت کو نہ سمجھ سکے۔ السُّفَهَآءُ کے لفظ کو منافقین پر اس لیے محمول کیا گیا ہے کہ یہ اسم انہی کے لیے مختص ہے (۱۰۸)۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ (۱۰۹) اور جب انہیں کہا جائے کہ ایمان لاؤ جیسے ایمان لائے اور لوگ تو کہتے ہیں: کیا ہم ایمان لائیں جس طرح بیوقوف ایمان لائے۔ خبردار! بیشک وہی احمق ہیں مگر وہ نہیں جانتے۔

مشرکین مکہ کی تمنّائیں اور دعاوی:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ایک قول، حضرت براء بن عازبؓ، حسن بصریؒ اور الاصمؒ کے مطابق مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کو اپنا قبلہ بنایا ہوا تھا جس سے مشرکین کو اذیت ہوتی تھی۔ مدینہ آمد کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ کعبہ کو اپنا قبلہ بنالیا تو مشرکین مکہ نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آباء واجداد کا طریقہ چھوڑ دیا تھا۔ اب آپ دوبارہ اسی طریقے کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ انہوں نے ہمارے قبلہ کو اختیار کرلیا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جائے ولادت سے محبت کرتے ہیں۔ وہ عنقریب ہمارے دین کی طرف واپس لوٹ آئیں گے، اس لیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ ہم ہی حق پر ہیں (۱۱۰)۔ وہ یہ بھی کہتے تھے: ہمارا دین چھوڑنے پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم شرمندہ تھے، اس لیے اب انہوں نے ہمارے قبلہ کی طرف رجوع کرلیا ہے (۱۱۱)۔

قرآن کا جواب: قرآن نے مشرکین کی باتوں کا جواب یوں دیا: وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ (۱۱۲) اور نہیں مقرر کیا ہم نے بیت المقدس کو قبلہ جس پر آپ اب تک رہے مگر اس لیے کہ ہم دیکھ لیں کہ کون پیروی کرتا ہے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور کون پلٹتا ہے الٹے پاؤں۔ یہ آیت قریش کے قول: مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَيْهَا (۱۱۳) یعنی کس چیز نے پھیر دیا ان مسلمانوں کو اپنے قبلہ سے جس پر وہ اب تک تھے، کے جواب میں نازل ہوئی۔ قریش کعبہ سے محبت کرتے تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی چیز سے آزمایا جس کی طرف وہ مائل نہیں تھے۔ یہ آزمائش اس لیے کی گئی تاکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں اور اطاعت

نہ کرنے والوں کے درمیان فرق ظاہر ہو جائے (۱۱۴)۔

پھر قرآن مجید میں یہ بھی بتا دیا گیا: لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ (۱۱۵) تاکہ لوگوں کو تم پر کسی اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔ تابعی مجاہدؒ کے مطابق اس سے مراد مشرکین عرب ہیں اور ان کی حجت و دلیل سے مراد اُن کا یہ قول ہے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے قبلہ کی طرف رجوع کر لیا ہے۔ اس کا جواب انہیں یہ دیا گیا: قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ (۱۱۶) اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی (۱۱۷)۔

تحویل قبلہ کے منکرین احمق اور نادان:

قرآن نے ان تمام لوگوں کو السُّفَهَآءُ کہا ہے جنہوں نے حکم تحویل قبلہ کا انکار کیا تھا: سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا (۱۱۸) عنقریب نادان لوگ کہیں گے کہ جس قبلہ پر یہ تھے اس سے انہیں کس چیز نے ہٹایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں کہ مشرق و مغرب کے مالک اللہ تعالیٰ ہی ہیں، وہ جسے چاہتے ہیں سیدھے راستہ کی ہدایت کر دیتے ہیں۔

سفیہ ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے مَا لَهُ اور مَا عَلَيْهِ کے مابین تمیز نہ کر سکے اور جو اپنے فائدہ والے راستہ کو چھوڑ کر اپنے نقصان اور ضرر والا راستہ اختیار کرے۔ بلاشبہ دنیا کی نسبت دین کے معاملہ میں غلطی اور خطا بڑا نقصان اور ضرر ہے۔ جو انسان اپنی زندگی کے کسی معاملہ میں واضح رائے کو ترک کرے وہ سفیہ گردانا جاتا ہے۔ جو انسان دین کے معاملہ میں ایسا رویہ اختیار کرے تو اسے سفیہ کا نام دینا زیادہ درجہ پر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور مجاہدؒ کے مطابق السُّفَهَآءُ سے مراد مدینہ کے یہود ہیں۔ سُدِّیؒ کہتے ہیں: اس سے مراد منافقین ہیں (۱۱۹)۔ حضرت ابن عباسؓ کے ایک قول، حضرت براء بن عازبؓ، حسن بصریؒ اور اصمؒ کے مطابق اَلسُّفَهَآءِ سے مراد مشرکین عرب ہیں (۱۲۰)۔ زجاجؒ کی رائے میں یہاں قریش کے کفار مراد ہیں (۱۲۱)۔ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ اس سے کفار، منافقین اور یہود مراد ہیں (۱۲۲)۔ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں: اس سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جنہوں نے کہا: مَا وَلّٰهُمْ (۱۲۳)۔ لہٰذا کا فریعنی انکار کرنے والا شخص سفیہ ہے۔ اس لفظ کا اطلاق یہود، مشرکین، منافقین اور دین کے معاملہ میں ان جیسا رویہ رکھنے والے دوسرے افراد پر بھی ہوتا ہے۔ آیت کے لفظ السُّفَهَآءُ میں عموم پایا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ (۱۲۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین سے کون روگردانی کر سکتا ہے سوائے اس شخص کے جس نے خود کو احمق بنا دیا ہو۔ لہٰذا یہ سب کو شامل ہے (۱۲۵)۔

ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے: جب ان سفہاء کے اعتراضات کی کثرت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دینے کے لیے یہ آیات نازل فرمائیں: مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى

كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٍ (۱۲۶) جو آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا فراموش کرا دیتے ہیں تو لاتے ہیں دوسری بہتر اس سے یا کم از کم اس جیسی، کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتے ہیں، اور: فَلاَ تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِی (۱۲۷) پس تم ان سے نہ ڈرو بلکہ صرف مجھ سے ڈرا کرو (۱۲۸)۔

اہل ایمان کے خدشات:

حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے: مسلمان پریشانی میں یہ کہتے تھے: ہم نہیں جانتے کہ وہ لوگ جو تحویل قبلہ سے قبل اور بیت المقدس کی طرف نمازیں ادا کرتے ہوئے فوت ہو گئے ان کی نمازوں کا کیا ہوگا (۱۲۹)۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ایک روایت میں ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ کعبہ کی طرف کر دیا گیا تو صحابہ کرامؓ نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمارے ان بھائیوں کا کیا ہوگا جو وفات پا چکے ہیں اور وہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا کرتے رہے تھے (۱۳۰)۔ تابعی قتادہؒ کہتے ہیں: جب بیت اللہ کعبہ کی جانب قبلہ منتقل ہوا تو بعض لوگوں نے کہا: ہمارے ان اعمال کا کیا بنے گا جو ہم نے اپنے سابقہ قبلہ کی طرف رخ کر کے کیے (۱۳۱)۔ داؤد بن ابی عاصمؒ کا قول ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ کعبہ کی طرف پھیر دیا گیا تو مسلمانوں نے کہا: ہمارے وہ ساتھی ہلاک ہو گئے جنہوں نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا کی تھیں (۱۳۲)۔ مسلمانوں نے اپنے اور ان مسلمان بھائیوں کے بارے میں جو فوت ہو گئے تھے اور انہوں نے بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نمازیں ادا کی تھیں، ان کے بارے میں یہ کہا: ہمارے اور ان کے اعمال باطل اور ضائع ہو گئے۔ کیا اللہ تعالیٰ ہماری اور ان کی نمازیں قبول فرمائیں گے یا نہیں (۱۳۳)۔

فرضیتِ نماز کے بعد اور تحویل قبلہ کے حکم سے قبل جو مسلمان وفات پا چکے تھے ان کی تعداد متفقہ طور پر دس بیان کی جاتی ہے: مکہ کے قریش میں سے حضرت عبداللہ بن شہابؓ، حضرت مطلب بن ازہر الزہریانؓ اور حضرت سکران بن عمرو العامریؓ۔ حبشہ میں حضرت حطاب بن الحارث الجمعیؓ، حضرت عمرو بن امیہ الاسدیؓ، حضرت عبداللہ بن الحارث السہمیؓ، حضرت عروۃ بن عبدالعزیؓ اور حضرت عدی بن نضلۃ الادویانؓ۔ مدینہ کے انصار میں سے حضرت براء بن معرورؓ اور حضرت اسعد بن زرارہؓ۔ ان دس متفق علیہ اشخاص کے علاوہ دو نام اور بھی ہیں مگر ان کے اسلام لانے میں اختلاف ہے: ایاس بن معاذ الاشہلیؓ اور سوید بن الصامتؓ (۱۳۴)۔

ایک روایت میں متوفی مسلمانوں کے علاوہ مقتول مسلمانوں کا بھی ذکر ہے۔ حضرت براء بن عازبؓ کی روایت میں ہے: اِنَّهُ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ اَنْ تَحَوَّلَ رِجَالٌ وَّ قُتِلُوْا فَلَمْ نَدْرِ مَا نَقُوْلُ فِيْهِمْ تبدیلی قبلہ سے قبل کچھ مسلمان وفات پا چکے تھے اور بعض قتل کیے گئے۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ ان کے معاملہ میں کیا کہا جائے (۱۳۵)۔ مقتولین کے بارے میں امام ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں: مجھے ایسی کوئی خبر نہیں پہنچی جس سے یہ معلوم ہو کہ تحویل قبلہ سے قبل کوئی مسلمان

قتل ہوا تھا۔ لیکن کسی کے عدم ذکر سے اس کا عدم وقوع لازم نہیں آتا۔ تحویل قبلہ کے وقت مسلمانوں نے اپنے خدشات میں قتل کا اس لیے ذکر کیا تھا کیونکہ اس بات کا احتمال تھا کہ بغیر جہاد کے کسی مسلمان کا قتل ہوا ہو لیکن وہ مشہور نہ ہو سکا۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ مکہ میں مستضعفین مسلمان قتل کیے گئے تھے جیسے کہ حضرت عمارؓ کے والدین۔ لیکن امام ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس امر کے ثبوت کی ضرورت ہے کہ حضرت عمارؓ کے والدین کا قتل واقعہ معراج کے بعد ہوا تھا(۱۳۶)۔

اہل ایمان کو تسلّی: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلّی دینے کی خاطر یہ آیت نازل فرمائی: وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۱۳۷) اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہارا ایمان ضائع کردے، بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت ہی مہربان اور رحم فرمانے والے ہیں۔ یعنی قبلہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے تم نے اپنی نمازوں سے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تصدیق کی ہے اللہ تعالیٰ اسے ضائع نہیں کرے گا۔ یہی موقف اکثر مسلمین اور اصولیین کا ہے(۱۳۸)۔ آیت: وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ میں خطاب کس سے ہے؟ قفالؒ کہتے ہیں کہ مومنین کو خطاب ہے۔ یہ قول اختیار کرنے کی وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ان مومنین کو مخاطب کیا ہے جو اس وقت موجود تھے اور یہ آیت ان کے سوال کا جواب ہے۔

۲۔ انہوں نے منسوخی قبلہ سے قبل فوت شدگان کے متعلق پوچھا تھا۔ جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ نسخ قبلہ سے قبل ادا کی گئی تمہاری نمازوں کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کریں گے، اسی طرح نسخ سے قبل فوت ہونے والوں کی نمازیں بھی اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کریں گے۔

۳۔ زندہ اور فوت شدگان دونوں کا ایک ہی سوال میں پوچھا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں کو اس بات کی فکر تھی کہ کہیں ان کی پہلی نمازوں کا ثواب ضائع نہ ہو جائے۔ یہ فکر و پریشانی زندہ اور فوت شدگان دونوں مسلمانوں کے متعلق تھی۔ عربوں کا یہ انداز تھا کہ وہ جب حاضر اور غائب دونوں کا بتلاتے تو حاضر کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے: تم اور فلاں غائب شخص دونوں نے یہ کام کیا(۱۳۹)۔

اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر مسلمانوں کو مزید تسلی دی: اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ: ایک رؤف اور رحیم ذات سے یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ انسانوں کے اعمال ضائع کردے۔

مسلمانوں کو شک سے بچنے کا حکم:

تحویل قبلہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو شک کرنے سے منع فرما دیا اور یہ فرمانِ الٰہی نازل ہوا: اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ (۱۴۰) یہ حق آپ کے رب کی طرف سے ہے لہٰذا آپ شک کرنے والے نہ ہو جائیں۔ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں: اَلْحَقُّ سے مراد استقبالِ قبلہ ہے(۱۴۱)۔ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ، یعنی شک کرنے

والے نہ ہو جانا۔ اس میں خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن یہاں مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔ کہا جاتا ہے: أمتـــری فـلان فـــی کـذا یعنی جب کسی شخص کو کسی معاملہ میں کبھی یقین حاصل ہو اور کبھی اسے شک ہو جائے (۱۴۲)۔ لہٰذا مسلمانوں کو یہ کہا گیا کہ استقبالِ قبلہ پر تمہاری بے یقینی کی کیفیت نہیں ہونی چاہیے۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق پر شک تھا یا بیت اللہ کے قبلہ حق ہونے پر شک تھا جس پر آپ کو شک کرنے سے منع کیا گیا؟ اس سوال کے جواب میں امام طبریؒ لکھتے ہیں: یہ اسی طرح ہے جیسے عرب کے لوگ کسی کی خاطر امر و نہی کا کلام لاتے تھے مگر اس سے مراد کوئی اور ہوتا تھا، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَـاأَيُّهَا النَّبِىُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلاَ تُـطِعِ الْـكَافِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ (۱۴۳) اے نبی مکرم! حسب سابق ڈرتے رہیے اللہ تعالیٰ سے اور نہ مانیے کہنا کفار اور منافقین کا، اور جیسے فرمایا: وَاتَّبِـعْ مَـا يُوْحٰى اِلَيْکَ مِنْ رَّبِّکَ (۱۴۴) اور پیروی کرتے رہیے جو وحی کیا جاتا ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے۔ ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امر و نہی کی خاطر کلام لایا گیا ہے لیکن اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے مراد ہیں (۱۴۵)۔

مسلمانوں کو نیکی میں سبقت کی تلقین: مسلمانوں کو یہ تلقین کی گئی: فَـاسْتَبِـقُوْا الْخَيْرٰتِ (۱۴۶) یعنی ہر اس جہت کی نیکی کرنے میں سبقت لینے کی کوشش کرو جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے تمہیں پھیرا ہے اور اس معاملہ میں یہ اور یہ کے چکر میں مت پڑو۔ تمام امور میں تم پر اطاعت فرض ہے۔ لہٰذا بیت اللہ کعبہ کی طرف رخ کرنے میں جلدی کرو (۱۴۷)۔

واقعہ تحویل قبلہ کے نتائج:

واقعہ تحویل قبلہ اپنے نتائج کے اعتبار سے بھی خصوصیات کا حامل ہے۔ ذیل میں چند اہم نتائج کو پیش کیا جاتا ہے:

اتمام نعمت الٰہی: اس واقعہ سے مسلمانوں پر نعمت الٰہی کی تکمیل ہوگئی۔ وَلِاُتِـمَّ نِـعْـمَتِـىْ عَـلَيْـكُمْ وَ لَعَـلَّـكُمْ تَهْـتَـدُوْنَ (۱۴۸) یعنی اپنے خلیل اور امام انسانیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ بیت اللہ کو تمہارا قبلہ مقرر کر کے میں نے اپنی نعمت تم پر پوری کردی (۱۴۹)۔

نبوت محمدی کا اثبات: اس واقعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے قرآن نے پیش گوئی کی تھی کہ جلد ہی تحویل قبلہ کے موقع پر یہود، نصاریٰ، منافقین اور مشرکین باتیں بنائیں گے اور اعتراض کریں گے۔ سَيَـقُـوْلُ السُّـفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا (۱۵۰)۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی سچی ثابت ہوئی۔ یہ آپ کی نبوت کے حق میں ایک دلیل ہے۔

متبعین رسول کے لیے ایک ممیّز علامت: اس واقعہ سے متبعین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک ممیّز علامت مقرر

کر دی گئی۔امام رازیؒ کے مطابق بعض علماء کہتے ہیں: یہود نے بیت المقدس کو قبلہ بنایا تھا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ندا آئی تھی۔قرآن میں ہے: وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَى مُوسَى الْأَمْرَ (۱۵۱) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں تھے مغربی سمت میں جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف حکم رسالت بھیجا۔نصاریٰ نے مغرب کو قبلہ بنایا کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام مشرق کی جانب سے حضرت مریم علیہا السلام کی طرف گئے تھے۔قرآن میں ہے: وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا (۱۵۲) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کریں کتاب میں حضرت مریم علیہا السلام کا حال جب وہ الگ ہوگئی تھیں اپنے گھر والوں سے ایک مکان میں جو مشرق کی جانب تھا۔اسی طرح کعبہ کو مسلمانوں کے لیے قبلہ بنایا گیا۔یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش اور اللہ تعالیٰ کے حرم کی جگہ ہے۔(۱۵۳)

قرآن مجید کی آیت: وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا (۱۵۴) کے تحت تابعی ربیعؒ کا قول ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ یہودیوں کے لیے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ رخ کرتے ہیں۔نصرانیوں کے لیے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ رخ کرتے ہیں۔اے امت اسلامیہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بھی ایک قبلہ کی طرف رہنمائی کی جو کہ اب تمہارا قبلہ ہے (۱۵۵)۔اس طرح تحویل قبلہ کے واقعہ سے مسلمانوں کے لیے بھی ایک ممیّز علامت اور سمت مقرر کر دی گئی۔

امت مسلمہ کا منفرد اعزاز: اس واقعہ سے امت مسلمہ کو یہ اعزاز حاصل ہوگیا ہے کہ اس نے دو عظیم قبلوں کو اختیار کیا: بیت المقدس اور بیت اللہ کعبہ۔یہ شرف کسی اور امت کو نہیں ملا۔اس سے انبیاء کرام علیہم السلام کی وہ بشارت پوری ہوگئی جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرمائیں گے (۱۵۶)۔ان دو قبلوں کے حوالے سے مسلمانوں کو امت وسط قرار دیا گیا۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا (۱۵۷) یعنی ہم نے تمہیں دو قبلوں کے درمیان امت وسط بنایا ہے۔یہود مغرب کی طرف رخ کرتے ہیں اور نصاریٰ مشرق کی طرف رخ کرتے ہیں۔اے مسلمانو! تم ان دونوں کے درمیان ہو (۱۵۸)۔

مسلمانوں کو اہل کتاب اور مشرکین سے ممتاز رکھنا:

تحویل قبلہ سے مسلمانوں کو اہل کتاب اور مشرکین سے ممتاز اور الگ کر لیا گیا۔امام جصاصؒ لکھتے ہیں: مسلمانوں کو مکہ میں بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا تھا تا کہ وہ مشرکین سے ممتاز ہو جائیں جو کعبہ کی طرف رخ کرتے تھے۔مدینہ میں یہودی بیت المقدس کی جانب رخ کرتے تھے۔وہاں مسلمانوں کو دوبارہ کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا تا کہ مدینہ میں وہ یہود سے اسی طرح ممتاز ہو جائیں جس طرح مکہ میں وہ مشرکین سے ممتاز تھے (۱۵۹)۔اسی طرح مدینہ میں یہود سے تعلق رکھنے والے جو منافقین بن کر مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہو گئے تھے ان

منافقین سے بھی مسلمانوں کو ممتاز اور الگ کر لیا گیا۔

امتحان و آزمائش میں مسلمانوں کی سرخروئی: یہ سنتِ الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا امتحان و آزمائش کرتے ہیں۔ تحویل قبلہ بھی ایسا ہی ایک واقعہ تھا۔ لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ (۱۶۰)۔ اللہ تعالیٰ نے جنہیں دولت ایمان سے سرفراز کیا وہ اس امتحان میں سرخرو ہوئے۔ تابعی قتادہؒ کہتے ہیں: تحویل قبلہ کے واقعہ میں لوگوں کے لیے بڑی آزمائش اور امتحان تھا۔ اس پر بعض لوگوں نے کہا: مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَا (۱۶۱)۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا: قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (۱۶۲)۔ بعض لوگوں نے کہا: ہمارے ان اعمال کا کیا بنے گا جو ہم نے سابقہ قبلے کی جانب رخ کر کے کیے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا: وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَكُمْ (۱۶۳)۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے جن کو چاہا اپنے احکام کے ساتھ آزمایا کہ کون اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور کون اس کا نافرمان بنتا ہے (۱۶۴)۔

یہ امتحان و آزمائش تعین قبلہ کی وجہ سے تھی یا تحویل قبلہ کے سبب سے؟ امام رازیؒ نے دو اقوال درج کیے ہیں:

۱۔ ایسا تعین قبلہ سے ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کعبہ کی جانب نماز ادا فرماتے تھے۔ مدینہ آمد کے بعد آپ نے بیت المقدس کی جانب نمازیں ادا کیں۔ اس سے اہل عرب کو دکھ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا قبلہ چھوڑ دیا ہے۔ پھر جب آپ نے دوبارہ کعبہ کو قبلہ بنایا تو یہود کو رنج ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا قبلہ ترک کر دیا ہے۔

۲۔ جمہور علمائے تحقیق کی رائے یہ ہے کہ یہ امتحان تحویل قبلہ کے سبب سے ہوا تھا۔ اہل کتاب نے کہا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے آبائی وطن اور اپنے جائے پیدائش کی محبت کھینچ لے گئی۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کے معاملہ میں یقین رکھتے تو آپ کی رائے تبدیل نہ ہوتی۔ کچھ لوگ مرتد ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ کیا بات ہوئی کہ کبھی اس طرف رخ کرو کبھی دوسری طرف رخ کرو۔ منافقین نے کہا: انہیں کیا ہو گیا ہے کہ پہلے وہ ایک قبلہ پر تھے، پھر اسے چھوڑ دیا۔ مشرکین نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دین کے بارے میں پریشان خیال ہیں۔ مسلمانوں نے کہا: ہم ان اپنے مسلمان بھائیوں کا حال نہیں جانتے جو فوت ہو گئے ہیں اور انہوں نے بیت المقدس کی جانب نمازیں ادا کی تھیں (۱۶۵)۔

قرآن نے تحویل قبلہ کے حکم کو بعض لوگوں کے لیے ایک بھاری اور سخت امر قرار دیا ہے: وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِیْرَةً اِلَّا عَلَی الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ (۱۶۶) بیشک یہ حکم بہت بھاری ہے مگر ان پر بھاری نہیں ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی۔ اس آیت کے لفظ كَبِیْرَةٌ کے معنی میں علماء کی آراء یہ ہیں: اس سے مراد بیت المقدس سے بیت اللہ کعبہ کی طرف پھر جانا ہے، اس سے مراد قبلہ بیت المقدس ہے یا اس سے مراد وہ نماز ہے جسے وہ لوگ پہلے قبلہ کی طرف رخ کر کے ادا کرتے تھے۔ امام طبریؒ نے مندرجہ بالا اقوال درج کرنے کے بعد لکھا ہے: كَبِیْرَةٌ سے مراد تحویل قبلہ ہے، نہ کہ بیت

المقدس یا نماز۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا قبلہ چھوڑ کر دوسرا قبلہ اختیار کرنا کچھ لوگوں کے لیے بڑا بھاری اور سخت کام ثابت ہوا تھا۔ انہیں آپ کی نماز یا قبلہ بیت المقدس بھاری نہیں لگے بلکہ تحویل قبلہ کا فعل مشکل اور بوجھل لگا تھا(۱۶۷)۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہدایت بخشی اور وہ اس امتحان میں کامیاب ہوئے: **اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ** (۱۶۸) مگر ان پر بھاری نہیں ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی۔ یہود، منافقین اور مشرکین تحویل کعبہ کے حکم پر اعتراضات کرتے اور اسے خلافِ حکمت و عمل قرار دیتے رہے۔ جبکہ مسلمانوں نے اپنے رب کے حکم پر **آمنا و صدقنا** کہا۔

قرآن مجید کی آیت: **لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ** (۱۶۹) کے تحت تفسیری ادب میں یہ مشہور سوال پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم تحویل قبلہ کی غایت کیسے بن سکتا ہے، اللہ تعالیٰ تو پہلے ہی سے ہر شخص کی حالت جانتے ہیں؟ اس سوال کے متعدد جوابات تفسیری ادب میں موجود ہیں۔ اس ضمن میں امام طبریؒ نے لکھا ہے: بیشک اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کے واقع ہونے سے پہلے ہی ان کا علم رکھتے ہیں۔ اس آیت کا معنی یہ ہے: **وما جعلنا القبلة التی کنت علیها الا لیعلم رسولی و حزبی و اولیائی من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیه** (۱۷۰) یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جس قبلہ پر آپ تھے وہ ہم نے آپ کے لیے قبلہ اس لیے بنایا تھا تا کہ ہمارے رسول، ہمارے گروہ اور ہمارے مددگار یہ جان لیں کہ کون رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔ اس موقف کے متعدد نظائر ملتے ہیں۔ مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث قدسی کا خلاصہ ہے کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ انسان سے فرمائیں گے: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تم نے میری تیمارداری نہ کی۔ وہ کہے گا: اے پروردگار! میں آپ کی تیمارداری کیسے کرتا آپ تو رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تجھے نہیں معلوم کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا اور تم نے اس کی خبر نہ لی۔ اگر تم اس کی تیمارداری کرتے تو مجھے اس کے پاس پاتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کھانا کھلانے اور پانی پلانے کے حوالے سے پوچھیں گے(۱۷۱)۔ شیخ ابو منصورؒ کے کلام کا خلاصہ ہے: اللہ تعالیٰ جس کو وجود میں لانے کا ارادہ کرتے ہیں اسے ازل سے جانتے ہیں کہ وہ اس وقت جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے وجود میں آ جائے گا۔ ہر موجود چیز اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں داخل ہے۔ لہٰذا تبدیلی معلوم چیز میں ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں تبدیلی واقع نہیں ہوتی (۱۷۲)۔

مسلمانوں کے خلاف حجت و دلیل کا خاتمہ: واقعہ تحویل قبلہ سے مسلمانوں کے خلاف دیگر ادیان کے متبعین کی کوئی حجت و دلیل باقی نہیں رہی ہے۔ قرآن کہتا ہے: **لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ** (۱۷۳) تا کہ لوگوں کو تم پر اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔ قتادہؒ کا قول ہے: اس سے مراد اہل کتاب ہیں جو بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف تحویل قبلہ پر کہتے تھے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آباء کے قبلہ اور اپنی قوم کے دین کو پسند کر لیا ہے (۱۷۴)۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کا قبلہ کون سا ہے، یہ ہم نے انہیں بتایا تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کی تو مخالفت

کرتے ہیں مگر ہمارے قبلہ کا اتباع کرتے ہیں (۱۷۵)۔ یہ وہ حجت تھی جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے خلاف اہل کتاب قائم کرتے اور جھگڑا کرتے تھے۔ مسلمانوں کے لیے ایک الگ قبلہ مقرر کر کے اہل کتاب کی ہر قسم کی حجت و دلیل کو ختم کر دیا گیا۔

مشرکین مکہ بھی کہتے تھے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قبلہ کی طرف واپس لوٹ آئے ہیں، اسی طرح وہ جلد ہی ہمارا دین اختیار کر لیں گے۔ قرآن نے اسے ان کی اپنی باتیں اور باطل تمنائیں قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے دیگر تمام لوگوں سے مستثنیٰ کرتے ہوئے مشرکین کا ذکر کیا اور مسلمانوں کو تاکید کر دی: فَلاَ تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِی (۱۷۶) پس تم ان سے نہ ڈرو، صرف مجھ ہی سے ڈرا کرو۔ اس حوالے سے تابعی سُدِّیؒ کا قول ہے: یعنی تم ان سے اس بات پر مت ڈرو کہ وہ تمہیں اپنے دین کی طرف لوٹا لیں گے (۱۷۷)۔

یوں واقعہ تحویل قبلہ سے اہل کتاب اور مشرکین دونوں کے دلائل باطل ہو گئے اور ان کی زبان بند ہو گئی۔ تورات کے مطابق کعبہ قبلہ ابراہیمی ہے اور نبی آخر الزمان کا قبلہ بھی وہی ہوگا۔ اب اگر تحویل قبلہ نہ ہوتا تو یہود حجت پکڑتے اور کہتے کہ دیکھو تورات میں نبی آخر الزمان کی جو نشانی لکھی ہے وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود نہیں ہے۔ نیز اب مشرکین مکہ بھی طعن نہیں کر سکتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملت ابراہیمی کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ اختیار نہیں کرتے (۱۷۸)۔

مسلمانوں میں وحدت والفت: اس واقعہ سے ملت اسلامیہ میں اتحاد اور وحدت قائم کر دی گئی۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا وہ جہاں کہیں ہوں دورانِ نماز کعبہ کی جانب رخ کریں۔ یوں انہیں باور کرا دیا گیا کہ جس طرح ان کا دین ایک، معبود ایک، رسول ایک اور قرآن ایک ہے اسی طرح ان کا قبلہ بھی ایک ہے۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں الفت و موافقت کو لازمی قرار دیا ہے۔ اگر مسلمان دورانِ نماز الگ الگ سمتوں میں رخ کرتے تو اس سے ان میں اختلاف ظاہر ہو جاتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کے لیے ایک معلوم و متعین جہت مقرر کر دی ہے تاکہ ان میں باہمی محبت اور الفت پیدا ہو (۱۷۹)۔

اقوامِ ثلاثہ کو اتحاد کا پیغام: تحویل قبلہ کے حکم میں یہود، نصاریٰ اور مسلمان تینوں کے درمیان اتحاد کا پیغام ہے، اس لیے کہ ان تینوں کے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ بقول قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ: ان شاندار قوموں کے پدر بزرگوار کی مسجد یعنی بیت اللہ کعبہ کو قبلہ قرار دینا گویا اقوامِ ثلاثہ کو اتحادِ نسبی و جسمانی کی یاد دلا کر اتحادِ روحانی کے لیے دعوت دینا اور متحد بن جانے کا پیغام: اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً (۱۷۹-ا) (داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے کے پورے) سنا دینا تھا (۱۸۰)۔

حق کی مخالفت میں یہود و نصاریٰ متحد: قرآن نے یہ بتا دیا کہ تحویل قبلہ کے حوالہ سے حق کی مخالفت کرنے اور باطل

ہونے میں یہود و نصاریٰ دونوں یکساں ہیں۔اسی لیے قرآن نے ان کا ذکر بصیغہ واحد فرمایا: وَ مَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ (۱۸۱) اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں۔حالانکہ یہود اور نصاریٰ دونوں کے الگ الگ قبلے تھے۔یہود کا قبلہ بیت المقدس تھا جو کہ مغرب میں ہے اور انصار کا قبلہ مشرق تھا، یہ دونوں آپس میں موافقت نہیں کرتے لیکن باطل اور مخالفتِ حق ہونے میں یکساں ہیں (۱-۱۸۱)۔

مسلمان یہود و نصاریٰ کا اتباع نہیں کرتے:

یہ تاریخی واقعہ اس امر کو واضح کرتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے یہود و نصاریٰ کا اتباع کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ ایسی صورت میں جبکہ یہود اور نصاریٰ دونوں مختلف سمتوں میں اپنا رخ کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لیے یہود و نصاریٰ کا اتباع کرنا کیسے ممکن ہوسکتا ہے۔لہٰذا آپ کے رب نے جس قبلہ کو اختیار کرنے کا آپ کو حکم دیا ہے اسے اپنے اوپر لازم کرلیں اور یہ یہود و نصاریٰ جو کچھ کہتے ہیں اور اپنے اپنے قبلوں کی طرف بلانے کی جو باتیں کرتے ہیں آپ ان پر توجہ نہ دیں (۱۸۲)۔قرآن نے یہ بتا کر کہ: وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ (۱۸۳) (اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں) واضح کر دیا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کی جانب سے بیت اللہ کعبہ ہی ہمیشہ قبلہ رہے گا۔یہ حکم اب کبھی منسوخ نہیں ہوگا۔لہٰذا یہود و نصاریٰ اب یہ امید نہ رکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان کبھی یہود و نصاریٰ کا قبلہ اختیار کرلیں گے۔

جب کعبہ کو مسلمانوں کا قبلہ قرار دے دیا گیا تو پھر یہ کیسے ممکن رہ سکتا تھا کہ مسلمانوں کا قبلہ اغیار کے قبضہ میں ہو۔۲ ہجری میں تحویل قبلہ کا واقعہ ہوا تھا۔اس کے بعد چھٹے سال یعنی ۸ ہجری میں مسلمانوں کو مکہ مکرمہ کی فتح مبین حاصل ہوئی اور اسلام کا مکمل غلبہ ہوگیا۔

بیت اللہ کعبہ مسلمانوں کے لیے مرکز عبادت اور ان کے اتحاد و یک جہتی کی علامت اور دیگر ادیان اور ان کے متبعین سے الگ اپنا ایک مستقل تشخص رکھنے کی پہچان ہے۔واقعہ تحویل قبلہ کے موقع پر مسلمانوں کو دیگر پیروانِ ادیان کی طرف سے جن نظریاتی اور فکری تحدیات کا سامنا کرنا پڑا ان سے یہ ثابت ہوا کہ امت مسلمہ اپنے ایک مستقل دینی تشخص کی حامل ہے۔مسلمانوں کو اپنے اس تشخص کی حفاظت اور اپنی نسلوں میں اس کی ترویج و ترقی کے لیے ایک پیہم محنت کرنی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ماخوذ: سید سلیمان ندوی (م۱۹۵۳ء)،سیرت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ،مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور ۱۹۷۵ء،۵/ ۱۲۷تا۱۲۹

۲۔ البخاری، ابوعبداللہ محمدبن اسماعیل (م۲۵۶ھ)،صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب فضل استقبال القبلة يستقبل باطراف رجليه القبلة، دار ابن كثير دمشق بيروت ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲م،ص۱۰۸

۳۔ صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب قبلة اهل المدينة واهل الشام والمشرق ص۱۰۹

۴۔ حلبی، علی بن برهان الدین(م۱۰۴۴ھ)،سیرۃ حلبیہ،دارالاشاعت کراچی۲۰۰۹ء،۲/ ۱۸۹،۱۹۰

۵۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی (م۸۵۲ھ)،فتح الباری بشرح صحیح الامام ابی عبدالله بن محمد اسماعیل،کتاب الایمان، باب الصلوۃ من الایمان، و قوله تعالیٰ: وما کان الله ليضيع إيمانكم، رئاسة ادارات البحوث العلمية والافتاء والدعوة والارشاد بالمملكة العربية السعودية، ۹۶/۱

۶۔ سیرۃ حلبیہ ۲/ ۱۸۹،۱۹۰

۷۔ البقرۃ۲:۱۱۵

۸۔ ابن الجوزی،جمال الدین عبدالرحمن بن علی بن محمد (م۵۹۴ھ)،زاد المسير فی علم التفسير، المكتب الاسلامی ۱۵۳/۱

۹۔ الجصاص، ابوبکر احمد بن علی الرازی(م۳۷۰ھ)،احکام القرآن،دار احیاء التراث العربی، مؤسسة التاريخ العربی بيروت لبنان ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲م، ۱۰۵/۱

۱۰۔ الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر (م۳۱۰ھ)،جامع البیان عن تاویل آی القرآن، دارالمعارف مصر، ۳/ ۱۳۷] مزید دیکھیں:الجامع لأحكام القرآن ۱۵۰/۲

۱۱۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۳/ ۱۳۷،۱۳۸

۱۲۔ النسفی، ابوالبرکات عبدالله بن احمد بن محمود (م۷۱۰ھ)،مدارک التنزيل و حقائق التاويل،دار الكِلَم الطيب بيروت ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸م، المجلد ۱، الجزء ۲، ص ۱۳۸۔القرطبی، ابوعبدالله محمد بن احمد(م۶۷۱ھ)، الجامع لأحكام القرآن، دار الکاتب العربی للطباعة و النشر ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷م،۱۵۰/۲

۱۳۔ الجامع لأحكام القرآن ۱۵۰/۲

۱۴۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله سيقول السفهاء من الناس ما ولهم عن قبلتهم ص ۱۰۹۹۔مزید دیکھیں:سنن الترمذی، ابواب تفسير القرآن، و من سورة البقرة ۲۷۶/۴۔ صحيح ابن خزيمة، كتاب الصلوة، باب ذكر الصلوة كانت الى بيت المقدس قبل هجرة ۲۲۲/۱

۱۵۔ ابن ہشام، ابومحمد عبدالملک بن ہشام (م۱۸۳ھ)، سیرۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم،دار الصحابة للتراث بطنطا، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵م،۱۹۱/۲

۱۶۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۳/ ۱۳۳تا۱۳۸

۱۷۔ الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر (م۳۱۰ھ)،تاريخ الرسل و الملوک،دارالمعارف القاهرة مصر،۴۱۶/۲

۱۸۔ فتح الباری، کتاب الایمان، باب الصلوة من الایمان، و قوله تعالیٰ: وما كان الله ليضيع إيمانكم، ۹۷/۱

۱۹۔ ثناء اللّٰہ، قاضی محمد پانی پتی، تفسیر مظہری، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی،۱۹۸۱ء، ۲۴۵/۱

۲۰۔ صحیح البخاری،کتاب الإیمان، باب الصلوة من الإيمان و قول الله تعالى: وما كان الله ليضيع إيمانكم يعني صلوتكم عند البيت ص۲۰۔ ایضاً،کتاب التفسیر، باب قوله سيقول السفهاء من الناس ما ولهم عن قبلتهم ص۱۰۹۹

۲۱۔ الترمذی،ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م۲۷۹ھ)، سنن الترمذی، ابواب تفسير القرآن ، و من سورة البقرة، دارالفكر بيروت لبنان ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء، ۲۷۶/۴

۲۲۔ الفخر الرازی،فخر الدين ابو عبد الله محمد بن عمر (م۶۰۶ھ)، تفسير الفخر الرازی المشتهر بالتفسير الكبير و مفاتيح الغيب، دارالفكر، ۱۲۰/۴

۲۳۔ مفاتیح الغیب ۱۲۱/۴

۲۴۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۱۷۲/۳،۱۷۳

۲۵۔ احکام القرآن ۱۱۱/۱

۲۶۔ البقرۃ ۲:۱۴۴

۲۷۔ احکام القرآن ۱۱۱/۱

۲۸۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۱۷۳/۳،۱۷۴

۲۹۔ الجامع لأحكام القرآن ۱۵۰/۲،۱۵۱

۳۰۔ ایضًا ۱۷۳/۳ ومابعد

۳۱۔ الجامع لأحكام القرآن ۱۵۰/۲

۳۲۔ احکام القرآن ۱۱۱/۱

۳۳۔ احکام القرآن ۱۱۲/۱۔الجامع لأحكام القرآن ۱۵۰/۲،۱۵۱۔مفاتيح الغيب ۱۲۱/۴

۳۴۔ ابن کثیر، عماد الدین ابو ا لفداء اسماعیل بن کثیر (م۷۷۴ھ)، البداية و النهاية،مكتبة المعارف بيروت، ۲۵۲/۳

۳۵۔ البقرۃ ۲:۱۴۴ ۳۶۔ الجامع لأحکام القرآن ۲/۱۴۹
۳۷۔ تفسیر مظھری ۱/۲۴۶ ۳۸۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۳/۱۷۴
۳۹۔ صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب الصلوۃ من الایمان ص۲۰۔ایضاً، کتاب التفسیر، باب قولہ سیقول السفھاء من الناس ما ولھم عن قبلتھم ص۱۰۹۹
۴۰۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ سیقول السفھاء من الناس ما ولھم عن قبلتھم ص۱۰۹۹ ومابعد۔مزید دیکھیں:سنن الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، و من سورۃ البقرۃ ۴/۲۷۶
۴۱۔ فتح الباری، کتاب الایمان، باب الصلوۃ من الایمان، و قولہ تعالیٰ: وما کان اللہ لیضیع إیمانکم ۱/۹۷
۴۲۔ ایضا، کتاب الایمان، باب الصلوۃ من الایمان، و قولہ تعالیٰ: وما کان اللہ لیضیع إیمانکم ۱/۹۷
۴۳۔ الجامع لأحکام القرآن ۲/۱۴۹
۴۴۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ قد نری تقلب وجھک فی السمآء ص ۱۱۰۰
۴۵۔ البقرۃ ۲:۱۴۴ ۴۶۔ ایضا ۲:۱۴۹ ۴۷۔ ایضا ۲:۱۵۰
۴۸۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد (م۱۲۵۰ھ)، فتح القدیر الجامع بین فنی الروایۃ و الدرایۃ من علم التفسیر، لجنۃ التحقیق و البحث العلمی بدار الوفاء، ۱/۲۹۴
۴۹۔ مفاتیح الغیب ۴/۱۳۵ ۵۰۔ تفسیر مظھری ۱/۲۴۷ ۵۱۔ البقرۃ۲:۱۴۴
۵۲۔ النسفی، ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود (م۷۱۰ھ)، تفسیر النسفی المسمی بمدارک التنزیل و حقائق التاویل، مکتبہ نزار مصطفی الباز ۱/۸۵
۵۳۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر (م۲۰۰۲ء)،پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ،بیکن بکس اردوبازار لاھور ۲۰۰۵ء،ص۱۹۸ومابعد
۵۴۔ مودودی، سید ابوالاعلی (م۱۹۷۹ء)، یھودیت قرآن کی روشنی میں،ادارہ ترجمان القرآن لمیٹڈ لاھور ۲۰۰۰ء،ص۲۲۵ومابعد
۵۵۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ص۱۹۹ ۵۶۔ مفاتیح الغیب ۴/۱۰۱
۵۷۔ الجامع لأحکام القرآن ۲/۱۵۰
۵۸۔ صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب الصلوۃ من الإیمان ص۲۰۔تفسیر الطبری۳/۱۳۴
۵۹۔ تاریخ الرسل و الملوک ۲/۴۱۷ ۶۰۔ مفاتیح الغیب ۴/۱۰۶
۶۱۔ الجامع لأحکام القرآن ۲/۱۴۸ ۶۲۔ ابن ھشام، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲/۱۹۱
۶۳۔ فتح الباری، کتاب التفسیر، باب سیقول السفھاء من الناس ۸/۱۷۱
۶۴۔ زاد المسیر فی علم التفسیر ۱/۱۵۴ ۶۵۔ البقرۃ ۲:۱۴۲
۶۶۔ ایضا ۲:۱۴۳ ۶۷۔ آل عمران ۳:۹۶
۶۸۔ البغوی،ابومحمد الحسین بن مسعود الفرّاء (م۵۱۶ھ)،تفسیرالبغوی معالم التنزیل ،المجلد الرابع، الجزء الحادی عشر،دارالطیبۃ الریاض ۱۴۱۱ھ، ص۱۴۶
۶۹۔ ابن القیّم، ابو عبداللہ محمد بن ابی بکرالجوزیہ (م۷۵۱ھ)،بدائع الفوائد، دارالعلم الفوائد للنشر والتوزئع ۴/۱۶۰۵ ۷۰۔ بدائع الفوائد ۴/۱۶۰۵
۷۱۔ البقرۃ ۲:۱۴۲ ۷۲۔ احکام القرآن ۱/۱۰۶
۷۳۔ مفاتیح الغیب ۴/۱۰۱ ۷۴۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۳/۱۵۷
۷۵۔ الواحدی، ابوالحسن علی بن احمد (م۴۶۸ھ)،الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز،دارالقلم دمشق، الدار الشامیۃ بیروت ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵م، ۲/۲۳۷ ۷۶۔ البقرۃ ۲:۱۴۴
۷۷۔ ایضا۲:۱۴۵ ۷۸۔ مفاتیح الغیب ۴/۱۳۷
۷۹۔ مفاتیح الغیب ۴/۱۳۹۔البیضاوی، ناصر الدین ابوالخیر عبداللہ بن عمر بن محمدالشیرازی (م۶۹۱ھ)، انوار التنزیل المعروف بتفسیر البیضاوی، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۱۲۔زادالمسیر فی علم التفسیر، ۱/۱۵۸ ۸۰۔ البقرۃ۲:۱۴۵
۸۱۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۳/۱۸۴ ۸۲۔ الجامع لأحکام القرآن ۲/۱۶۱
۸۳۔ ابن ھشام، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲/۱۹۱
۸۴۔ احکام القرآن ۱/۱۰۶ ۸۵۔ البقرۃ ۲:۱۴۵
۸۶۔ ابن ھشام، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲/۱۹۱۔جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۳/۱۳۲۔احکام القرآن ۱/۱۰۶
۸۷۔ پیر محمد کرم شاہ،ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۳/۴۱۵،ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاھور ۱۴۲۰ھ
۸۸۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۳/۱۸۶۔مفاتیح الغیب ۴/۱۰۱
۸۹۔ البقرۃ ۲:۱۴۴

۸۹۔ ایضًا ۲:۱۴۴ ۹۰۔ احکام القرآن۱/۱۰۶۔بدائع الفوائد ۱۶۰۴/۴
۹۱۔ البقرۃ ۲:۱۴۲ ۹۲۔ احکام القرآن ۱۰۶/۱
۹۳۔ البقرۃ ۲:۱۰۶ ۹۴۔ ایضًا ۲:۱۷۷
۹۵۔ ایضًا ۲:۱۴۶ ۹۶۔ الجامع لأحکام القرآن ۱۶۲/۲
۹۷۔ ایضًا ۱۶۳/۲ ۹۸۔ البقرۃ ۲:۱۴۶
۹۹۔ ایضًا ۲:۱۴۹ ۱۰۰۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۱۸۹/۳
۱۰۱۔ مفاتیح الغیب ۱۳۶/۴ ۱۰۲۔ البقرۃ ۲:۱۴۴
۱۰۳۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۱۸۴/۳
۱۰۴۔ مفاتیح الغیب ۱۳۵/۴
۱۰۵۔ البیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین بن علی (م۴۵۸ھ)،السنن الکبریٰ، کتاب الصلوۃ، باب التامین،دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان۱۴۲۴ھ/۲۰۰۲م،۸۲/۲
۱۰۶۔ الجامع لأحکام القرآن ۱۴۸/۲، ۱۵۷۔جامع البیان عن تاویل آی القرآن۱۵۶/۳، ۱۵۷، ۱۶۶۔فتح الباری، کتاب التفسیر، باب سیقول السفہاء من الناس۱۷۱/۸
۱۰۷۔ البقرۃ ۲:۱۴۲ ۱۰۸۔ مفاتیح الغیب ۱۰۱/۴
۱۰۹۔ البقرۃ ۲:۱۳
۱۱۰۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۱۴۰/۳، ۱۵۸۔احکام القرآن ۱۰۶/۱۔مفاتیح الغیب ۱۰۱/۴۔الجامع لأحکام القرآن۱۴۸/۲۔فتح الباری، کتاب التفسیر، باب سیقول السفہاء من الناس۱۷۱/۸
۱۱۱۔ بدائع الفوائد ۱۶۰۴/۴ ۱۱۲۔ البقرۃ ۲:۱۴۳
۱۱۳۔ ایضًا ۲:۱۴۲ ۱۱۴۔ الجامع لأحکام القرآن ۱۵۷/۲
۱۱۵۔ البقرۃ ۲:۱۵۰ ۱۱۶۔ ایضًا ۲:۱۴۲
۱۱۷۔ الجامع لأحکام القرآن ۱۶۸/۲ ۱۱۸۔ البقرۃ ۲:۱۴۲
۱۱۹۔ فتح الباری، کتاب التفسیر، باب سیقول السفہاء من الناس ۱۷۱/۸۔الجامع لأحکام القرآن۱۴۸/۲۔جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۱۳۰/۳ ۱۲۰۔ مفاتیح الغیب ۱۰۱/۴
۱۲۱۔ الجامع لأحکام القرآن ۱۴۸/۲
۱۲۲۔ فتح الباری، کتاب التفسیر، باب سیقول السفہاء من الناس۱۷۱/۸
۱۲۳۔ الجامع لأحکام القرآن ۱۴۸/۲ ۱۲۴۔ البقرۃ ۲:۱۳۰
۱۲۵۔ مفاتیح الغیب ۱۰۱/۴ ۱۲۶۔ البقرۃ ۲:۱۰۶
۱۲۷۔ ایضًا ۲:۱۵۰
۱۲۸۔ فتح الباری، کتاب التفسیر، باب سیقول السفہاء من الناس ۱۷۱/۸
۱۲۹۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ سیقول السفہاء من الناس ما ولھم عن قبلتھم، ص ۱۱۰۰
۱۳۰۔ سنن الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، و من سورۃ البقرۃ ۲۶۶/۴، ۲۷۷۔مزید دیکھیں:جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۱۶۷/۳ ۱۳۱۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۱۶۸/۳
۱۳۲۔ ایضًا ۱۶۸/۳، ۱۶۹ ۱۳۳۔ ایضًا ۱۵۶/۳، ۱۵۷
۱۳۴۔ فتح الباری، کتاب الإیمان، باب الصلوۃ من الإیمان و قولہ تعالیٰ: ما کان اللہ لیضیع إیمانکم ۹۸/۱
۱۳۵۔ صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب الصلوۃ من الإیمان و قولہ تعالیٰ: ما کان اللہ لیضیع إیمانکم، ص ۱۱۰۰
۱۳۶۔ فتح الباری، کتاب الإیمان، باب الصلوۃ من الإیمان و قولہ تعالیٰ: ما کان اللہ لیضیع إیمانکم ۹۸/۱
۱۳۷۔ البقرۃ ۲:۱۴۳ ۱۳۸۔ الجامع لأحکام القرآن ۱۵۸/۲
۱۳۹۔ مفاتیح الغیب ۱۱۸/۴ ۱۴۰۔ البقرۃ ۲:۱۴۷
۱۴۱۔ الجامع لأحکام القرآن ۱۶۳/۲ ۱۴۲۔ ایضًا ۱۶۳/۲
۱۴۳۔ الاحزاب ۳۳:۱ ۱۴۴۔ ایضًا ۳۳:۲
۱۴۵۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۱۹۱/۳، ۱۹۲ ۱۴۶۔ البقرۃ ۲:۱۴۸
۱۴۷۔ الجامع لأحکام القرآن ۱۶۵/۲ ۱۴۸۔ البقرۃ ۲:۱۵۰
۱۴۹۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۲۰۸/۳ ۱۵۰۔ البقرۃ۲:۱۴۲
۱۵۱۔ القصص۲۸:۴۴ ۱۵۲۔ مریم ۱۹:۱۶
۱۵۳۔ مفاتیح الغیب ۱۰۴/۴ ۱۵۴۔ البقرۃ ۲:۱۴۸
۱۵۵۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۱۹۲/۳
۱۵۶۔ مدارک التنزیل و حقائق التاویل، المجلد۱،الجزء۲،ص ۱۴۰
۱۵۷۔ البقرۃ ۲:۱۴۳

۱۵۸۔ زاد المسیر فی علم التفسیر ۱۵۴/۱
۱۵۹۔ احکام القرآن ۱۰۶/۱۔ مزید دیکھیں: مفاتیح الغیب ۱۰۶/۴
۱۶۰۔ البقرۃ ۱۴۳:۲
۱۶۱۔ ایضاً ۱۴۲:۲
۱۶۲۔ ایضاً ۱۴۲:۲
۱۶۳۔ ایضاً ۱۴۳:۲
۱۶۴۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۱۵۷/۳
۱۶۵۔ مفاتیح الغیب ۱۱۵/۴
۱۶۶۔ البقرۃ ۱۴۳:۲
۱۶۷۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۱۶۴/۳، ۱۶۵
۱۶۸۔ البقرۃ ۱۴۳:۲
۱۶۹۔ ایضاً ۱۴۳:۲
۱۷۰۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۱۵۷/۳
۱۷۱۔ مسلم بن الحجاج (م ۲۶۱ھ)، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والادب، باب فضل عیادة المریض، دار طیبة ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶م، ص ۱۱۹۶
۱۷۲۔ مدارک التنزیل و حقائق التاو، المجلد ۱، ۲/ ۱۳۸
۱۷۳۔ البقرۃ ۱۵۰:۲
۱۷۴۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۱۹۹/۳
۱۷۵۔ ایضاً ۲۰۰/۳
۱۷۶۔ البقرۃ ۱۵۰:۲
۱۷۷۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۲۰۷/۳
۱۷۸۔ تفسیر مظہری ۲۵۳/۱
۱۷۹۔ مفاتیح الغیب ۱۰۴/۴
۱۷۹۔۱۔ البقرۃ ۲۰۸:۲
۱۸۰۔ رحمة للعالمین ۲۰۰/۱
۱۸۱۔ البقرۃ ۱۴۵:۲
۱۸۱۔۱۔ تفسیر مظہری ۲۴۸/۱ ومابعد
۱۸۲۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۱۱۸۵/۳
۱۸۳۔ البقرۃ ۱۴۵:۲